THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Wednesday, June 19, 2013
(95th Session)
Volume VII, No. 06
(Nos. 01- 08)

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran ……………………………...	1
2.	Leave of Absence …………………………………………….	1
3.	Point of Order: Opening of Taliban's Office in Qatar ……….	4
4.	Resolution of Condolence Over the Massacre of Innocent People Including MPA, Khyber Pakhtunkhwa…...…………..	5-7
5.	Further Discussion on Finance Bill, 2013………...…………..	8-48

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume-VII SP.VII(06)/2013
No. 06 15

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Wednesday, June 19, 2013

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at four minutes past eleven in the morning with Mr. Chairman (Syed Nayyer Hussain Bokhari) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ط وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ۔ اَوَ
لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى
حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ط ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ز وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

ترجمہ: اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو اس پر خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں ان کے گزشتہ اعمال کے سبب سے دکھ پہنچتا ہے تو فوراً نا امید ہو جاتے ہیں۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور تنگ کرتا ہے بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے نشانیاں ہیں پھر رشتہ دار اور محتاج اور مسافر کو اس کا حق دے یہ بہتر ہے ان کے لیے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور وہی نجات پانے والے ہیں۔

(سورة الروم: آیات 36تا38)

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ Leave applications.

Leave of Absence

جناب چیئرمین: میر حاصل خان بزنجو صاحب نے ذاتی وجوہات کی بنا پر مورخہ 16th, 17th, 19th and 20th جون کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: محترمہ سحر کامران صاحبہ نے اپنے والد صاحب کی علالت کے باعث مورخہ 19th and 20th جون کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

Mr. Chairman: We may resume consideration on the following motion moved by Mr. Muhammad Ishaq Dar, Minister for Finance, Revenue, Economic Affairs, Statistics and Privatization on 12th June, 2013, that the Senate may make recommendations to the National Assembly on Finance Bill, 2013 containing the annual budget statement under Article 73 of the Constitution. Islam-ud-Din Sheikh *sahib*.

سینیٹر اسلام الدین شیخ: جناب! کل جو حادثہ ہوا ہے، ویسے تو دہشت گردی کی وجہ سے پاکستان روز ہی حادثات کا شکار ہو رہا ہے، بلوچستان میں کوئٹہ اور کل خیبر پختونخوا میں بم دھماکا ہوا جس میں ایک MPA سمیت تیس آدمی شہید ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں فاتحہ کر لی جائے اور Leader of the House کا خیال ہے کہ اس سلسلے میں resolution move کیا جائے۔

جناب چیئرمین: بالکل ٹھیک ہے اور فاتحہ خوانی بھی کر لیتے ہیں۔

Yes, Leader of the House.

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق (قائد ایوان): جناب چیئرمین! میں نے ان سے گزارش کی تھی کیونکہ رضا ربانی صاحب ابھی تشریف نہیں لائے، یہ ان کے عہدے دار ہیں، اس لیے میں نے ان سے کہا تھا ایک unanimous resolution لے آتے ہیں۔ وہ ٹائپ ہو چکی ہے، جیسے ہی یہاں آتی ہے انشاء اللہ میں move کر دوں گا۔

جناب چیئرمین: جب resolution move ہو گی تو فاتحہ بھی اسی وقت کر لی جائے۔ مشاہد حسین سید۔

Senator Mushahid Hussain Syed: I just have a brief point of order and I am glade that the Leader of the House is here. Sir, I read a news item today sir, that the Taliban have opened an office in Doha in Qatar which I think, is a very significant development, the most significant development after 9/11 because it means, the war is coming to an end. I just have two questions which I hope the honourable Foreign Minister can answer through the honourable Leader of the House. Number one, whether the office of the Taliban which is opened in Doha, the Capital of Qatar, has it been done with prior consultation, concurrence, information and knowledge of the Government of Pakistan from the side of the US and Qatar?

And secondly we would like to have update on the status of an Afghan peace process, especially peace talks with the Taliban and what role, if any, Pakistan is playing or expected to play. Thank you.

Mr. Chairman: Leader of the House.

سینیٹر راجہ محمد ظفرالحق: جناب چیئرمین! یہ ایک بڑی development ہے اور کافی عرصے سے بعض لوگ اس کی خواہش رکھتے تھے کہ طالبان کے ساتھ مذاکرات کیے جائیں لیکن بعض powerful quarters کی طرف سے اس idea کو ہی discourage کیا جا رہا تھا اور ایک وقت ایسا تھا کہ کوئی اس بارے میں بات بھی کرے تو وہ سننے کو تیار نہیں تھے خواہ وہ NATO کے لوگ ہوں یا United States کے لوگ ہوں لیکن اب ماحول آہستہ آہستہ بدلا ہے۔ میں یہ چاہوں گا کہ اس important development کے بارے میں Adviser to the Prime Minister آ کر سینیٹ کو اعتماد میں لیں۔

Mr. Chairman: Raja sahib, it would be possible today, tomorrow or any other day.

Senator Raja Muhammad Zafar-ul-Haq: I will consult him and I will make him available as soon as possible.

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، .thank you جی مولانا عبدالغفور حیدری صاحب۔

Point of Order: Opening of Taliban's Office in Qatar

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ میں اپنے point of order کے ذریعے دو باتیں عرض کرنا چاہوں گا۔ پہلی یہ ہے کہ شیخ صاحب نے فرمایا، "لگتا ہے کہ ہمارا یہ House فاتحہ خوانی کے لئے ہے، اس سے آگے شاید کچھ بھی نہیں ہے"۔ ہم یہاں پر پانچ سال سے مسلسل فاتحہ خوانی کررہے ہیں اور لوگوں کی شہادتوں پر افسوس کررہے ہیں۔ اس سے آگے کوئی ایسے اقدامات نہیں ہو پارہے کہ جن سے یہ دہشت گردی رک جائے، یہ جو خون کی ندیاں مسلسل بہہ رہی ہیں، ان میں کوئی رکاوٹ ہو۔ بہرحال یہ افسوس ناک واقعہ ہے، کوئٹہ میں بھی واقعہ ہوا، زیارت Residency کا واقعہ انتہائی شرمناک ہے۔ یہ سارے واقعات تسلسل سے ہورہے ہیں، ان کے لئے بھی کوئی حکمت عملی ہونی چاہیئے، ان کی روک تھام کے لئے کوئی اقدامات ہونے چاہییں۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ جیسے مشاہد حسین سید صاحب نے بات کی کہ طالبان سے مذاکرات کے لئے قطر میں کوئی دفتر کھل گیا ہے، اپنی جگہ پر یہ خوش آئند بات ہے۔ ظاہر ہے کہ ہمارے ان مسائل کا تعلق نوے فیصد افغانستان سے وابستہ ہے یا جو ہم اس جنگ کا حصہ بنے ہیں، ہم کسی حد تک اس میں ایک طرح کے stakeholder کہلاتے ہیں۔ اب کرزئی کا موقف بھی سامنے آگیا، America نے بھی اپنا موقف دے دیا، طالبان نے بھی ایک طرح سے ایک دفتر کھول کر اپنا موقف دے دیا اور یہ ساری صورت حال سامنے آگئی ہے لیکن پاکستان کی طرف سے کوئی واضح موقف اب تک نہیں آیا ہے جبکہ پاکستان نے اس جنگ کے حوالے سے سب سے زیادہ مالی اور جانی نقصان اٹھایا ہے۔ ہم اس وقت کہاں پر کھڑے ہیں؟ پاکستان کو بھی فور طور پر سامنے آنا چاہیئے۔ کیا ان مذاکرات میں پاکستان بھی شریک ہے یا پاکستان کو نظرانداز کیا جارہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر پاکستان کو نظرانداز کیا گیا تو خطے میں کبھی بھی امن قائم نہیں ہوسکتا۔ لہذا، یہ ضروری ہے کہ پاکستان کو بھی مذاکرات میں باعزت طور پر شریک کیا جائے اور پاکستان کا جو کردار اس خطے کے حوالے سے رہا ہے، اس لحاظ سے

پاکستان کو اہمیت دینی چاہئیے، اگر قائد ایوان اس حوالے سے کچھ فرمانا چاہیں گے تو ان سے میری گزارش ہو گی کہ ذرا وضاحت کریں اور قوم کو بتائیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں۔ بہت مہربانی۔

جناب چیئرمین: مولانا صاحب! جیسے Leader of the House نے پہلے کہا ہے کہ Adviser on Foreign Affairs House میں تشریف لائیں گے اور وہ detail بتائیں گے۔ آپ کے جو concerns اور خدشات ہیں، وہ راجہ صاحب نے note کر لئے ہیں، وہ Adviser on Foreign Affairs کو convey کر دیں گے۔ آپ کا بڑا valid question ہے جو اخبارات میں آرہا ہے، it is between America and Taliban آپ کا یہ کہنا کہ آپ بھی stakeholder ہیں۔ میرا خیال ہے کہ راجہ صاحب نے ان سوالات کو اپنے ذہن میں رکھا ہے اور اس حوالے سے Adviser صاحب House میں آکر بتا دیں گے۔ جی راجہ صاحب۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: کل کے بارے میں جو resolution ہے، میں move کرنا چاہتا ہوں۔

Mr. Chairman: You may move the resolution.

Resolution of Condolence Over the Massacre of Innocent People Including MPA, Khyber Pakhtunkhwa

Senator Raja Muhammad Zafar-ul-Haq: The Senate of Pakistan condemns in the strongest terms the massacre of a larger number of innocent participants in the funeral prayer of Haji Abdullah in Mardan. Dozens of people embraced ‘*Shahadat*’ including Mr. Imran Mohmand, Member of the Provincial Assembly of Khyber Pakhtunkhwa and still a larger number of people were injured while this House offers ‘*Fateha*’ for the departed souls and expresses it’s deep sympathy with the families of deceased and wishes for injured, speedy and complete recovery. We expect that

the Provincial Government of Khyber Pakhtunkhwa shall put its best efforts to protect the lives of the citizens including coordination amongst the various agencies, functionaries in that province.

Mr. Chairman: I put the resolution before the House as moved by the Leader of the House.

(The resolution was unanimously adopted)

جناب چیئرمین: مولانا عبدالغفور حیدری صاحب! جو deceased ہیں، ان کے لئے فاتحہ خوانی کرائیں۔

(اس موقع پر ایوان میں فاتحہ خوانی کی گئی)

Mr. Chairman: I now give the floor to Mr. Sardar Ali.

سینیٹر سردار علی خان: جناب! آج ایک news اخبار میں آئی ہے، کافی دنوں سے PTDC کا مسئلہ بنا ہوا ہے، Pakistan Tourism Development Corporation کے ملازمین کی تنخواہوں کا مسئلہ ہے۔ جناب! اس کی اہمیت یہ ہے کہ آج کل گرمی کا موسم ہے۔۔۔

Mr. Chairman: You are on a point of order or you are making budget speech.

Senator Sardar Ali Khan: I am on a point of order.

Mr. Chairman: I thought that you want to make a budget speech.

Senator Sardar Ali Khan: No, I am on a point of order.

Mr. Chairman: Yes, you are on a point of order.

سینیٹر سردار علی خان: میرا point of order یہ ہے کہ last sixteen months سے ان کو تنخواہیں نہیں دی جا رہیں اور اس کے لئے بالا کوٹ میں جلوس نکالا گیا، وہاں پر سارے

motels بند ہیں۔ جناب! اس سے ایک problem یہ ہو رہی ہے کہ جن لوگوں نے وہاں booking کرائی ہے، advance booking کرائی ہے، وہاں پر already جگہ نہیں ہے، ناران اور بالاکوٹ میں کافی مسئلہ بنا ہوا ہے، ان کے کافی سارے units بند پڑے ہیں۔ یہ کافی دنوں سے press میں بھی آرہا ہے اور اس پر Government کوئی توجہ نہیں دے رہی۔ میں چاہ رہا ہوں کہ Leader of the House اس کو دیکھ لیں کیونکہ کافی لوگوں کو problem ہے، employees and tourists کو بھی problem ہو رہا ہے۔.Thank you

جناب چیئرمین: جی قائد ایوان۔

سینیٹر راجہ محمد ظفرالحق: جناب چیئرمین! مجھے پرسوں employees, association کا ایک وفد ملا تھا اور ان کی جو تکالیف اور problems ہیں یا تنخواہوں کا مسئلہ تھا، انہوں نے بتایا ہے۔ پہلے جو PTDC کے چیئرمین لگے ہوئے تھے، ان کو ان کے خلاف کافی شکایات تھیں۔ عجیب بات یہ تھی کہ PTDC کے چیئرمین ہوتے ہوئے اور ملازم ہوتے ہوئے، وہ election بھی لڑے ہیں اور وہ پھر واپس آکر چیئرمین بن گئے ہیں، اب انہوں نے لوگوں کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی بھی شروع کر دی ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ میں نے ان کی ساری شکایات نئے Minister کو بھیج دی ہیں اور انشاءاللہ .he will look after

Mr. Chairman: Surely the Leader of the House has given an assurance now.

جی کاظم خان صاحب۔

سینیٹر محمد کاظم خان: جناب چیئرمین صاحب! آپ کا شکریہ۔ میں عبدالغفور حیدری صاحب کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے، اپنی information کے تحت یہ کہوں گا۔ اصل بات یہ ہے کہ America کا جو تصفیہ یا معاہدہ طالبان کے ساتھ ہو چکا ہے، میرے علم میں ہے، مجھے ایک ہفتہ پہلے ایک بہت بڑے politician نے کہا کہ یہ معاہدہ ہو چکا ہے۔ جناب! اس میں query یہ ہے کہ America نے یہی چیز پیدا کی، افغانستان میں حالات اس کے پیدا کردہ تھے، ساری چیز اسی کی پیدا کردہ تھی، اس کی یہ شرارت تھی، اس بنیاد پر یہ کرنے کے بعد اس نے اسے settle کر لیا۔ اس میں سب سے بڑی

بد بختی یہ ہے کہ پاکستان سب سے زیادہ غریب ملک ہے اور اس کا سب سے زیادہ نقصان ہوا ہے اور اس سلسلے میں کسی قسم کی امریکہ یا کسی اور ملک کی طرف سے مالی امداد نہیں کی گئی۔ افغانستان میں تو پھر بھی ان کا اقتصادی بحران حل کیا گیا اور ان کی مدد کی گئی۔

میرے خیال میں جب تک ان مذاکرات میں پاکستان کو شامل نہیں کیا جائے گا امن نہیں ہو گا اور یہ تصفیہ غیر مؤثر ہو جائے گا۔ میں حکومت پاکستان سے request کروں گا کہ اس چیز کو press کریں تا کہ جو ہماری grievances ہیں وہ بھی سنی جائیں اور باقاعدہ طور پر اس پر عمل ہو۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you. Now I give floor to Mr. Mustafa Kamal on budget speech.

سینیٹر سید مصطفیٰ کمال: میرا تو ابھی نمبر نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: گزارش یہ ہے کہ

somebody has to take a start. So, it's your turn now.

سینیٹر سید مصطفیٰ کمال: جناب! آپ نے میری 2nd or 3rd speech بتائی تھی۔

جناب چیئرمین: میں پھر کس کو request کروں، whom should I ask. احمد حسن صاحب! آپ تقریر کرنا چاہتے ہیں؟ جی فرمائیے۔

Further Discussion on Finance Bill, 2013

سینیٹر احمد حسن: شکریہ جناب چیئرمین! اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے خیبر پختونخوا میں جو محرومیاں ہیں، اس حوالے سے چند تجاویز پیش کروں گا۔ میں پچھلے 35,40 سال سے politics میں ہوں، میں پہلے چیئرمین ڈسٹرکٹ کونسل و ڈسٹرکٹ نظام، صوبائی اسمبلی کا ممبر، قومی اسمبلی کا ممبر رہ چکا ہوں اور اب اس ایوان بالا کا ممبر ہوں۔ مجھے ان تمام خامیوں میں سے اکثر کا علم ہے جو خیبر پختونخوا میں بدامنی کا باعث بنتی چلی آرہی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی حکومت وہاں کے حالات کو صحیح نہیں کر سکی اور نہ ہی کوشش کی گئی کہ وہاں کے حالات ٹھیک ہوں۔ مثال کے طور پر میں عرض کروں گا

کہ گدون انڈسٹریل اسٹیٹ ہمارے صوبے کے لیے بہت زیادہ ضروری تھی۔ جب میں صوبائی حکومت کا حصہ تھا تو اس وقت 1997-1993 کے دوران مولانا صوفی محمد صاحب کی تحریک کے نتیجے میں بہت سے لوگ باہر نکلے، ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو واقعی شرعی نظام کے حامی تھے اور وہ امن چاہتے تھے لیکن ان میں زیادہ تر مفرور، ڈاکو اور سمگلر قسم کے لوگ شامل ہو گئے۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تقریباً دو ہفتے تک پورا مالاکنڈ ڈویژن جام رہا، ائرپورٹ پر قبضہ ہوا اور سخاکوٹ سے لے کر سوات کی آخری حد دیر تک کوئی نہیں جا سکتا تھا، ان حالات کے دوران ایک معاہدہ ہوا، اس کے جو بھی اثرات نکلے، وہ معاہدہ کن کی وجہ سے کامیاب ہوا اور کن کی وجہ سے ناکام ہوا لیکن اس کے بعد اس کا تفصیلی مطالعہ کیا گیا کہ کون سے ایسے اقدامات کیے جا سکتے ہیں جن کی وجہ سے ایسی صورت حال دوبارہ پیدا نہ ہو۔ اس سلسلے میں جو بات بدامنی کو بڑھاتی تھی، وہ خیبرپختونخوا کی معاشی بدحالی تھی بالخصوص مالاکنڈ ڈویژن جو بڑا ڈویژن ہے، جس میں رقبے کے لحاظ سے چترال جیسا بڑا ضلع واقع ہے، اس میں سوات، بونیر، شانگلہ، دیرلوئر، اپر اور مالاکنڈ ایجنسی شامل ہے، یہاں پر بنیادی مسئلہ بے روزگاری کا تھا۔ اس حوالے سے محترمہ شہید بے نظیر بھٹو جب Prime Minister تھیں تو انہوں نے مالاکنڈ ڈویژن کی ترقی و خوشحالی کے لیے 27 بلین روپے کا package منظور کیا تھا لیکن بدقسمتی یہ رہی ہے کہ بعد میں جو بھی حکومت آتی ہے وہ ان تمام منصوبوں کو ختم کر دیتی ہے جن کے اچھے نتائج نکل سکتے ہیں۔ ان کا حق بنتا ہے کہ اگر وہ میرٹ پر نہیں ہیں یا مناسب نہیں ہیں تو ان کو ختم کرنا ان کا استحقاق ہے۔

جناب چیئرمین! بھٹو شہید کے زمانے میں لواری ٹنل کا نقشہ بنایا گیا تھا، اس کا کام بھی شروع ہو چکا تھا لیکن ضیاء الحق کی آنکھوں میں یہ چیز کھٹکنے لگی کیونکہ اسے شہید ذوالفقار علی بھٹو نے چترال کی ترقی کے لیے شروع کیا تھا اور وہ راستہ central Asia تک جا سکتا تھا۔ اسے بند کر دیا گیا اور یہ الزام عائد کیا گیا کہ اس کی feasibility ٹھیک نہیں ہے، اس پر زیادہ اخراجات آتے ہیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ مشرف کے دور میں اسی منصوبہ پر اس جگہ سے کام شروع ہوا جہاں پر یہ کام بند ہوا تھا لیکن مشرف کا مزاج بھی ضیاء الحق کے مزاج سے ملتا جلتا تھا، کوئی فرق نہیں تھا۔ لہذا بجائے اس کے کہ وہ روڈ ٹنل بنتی، وہاں سے ریل کی پٹڑی گزارنے کا منصوبہ بنا دیا گیا اور بعد میں معلوم ہوا کہ ریل کا منصوبہ بری طرح ناکام ہو گیا، پھر تقریباً 23,24 سال بعد اسی ٹنل پر دوبارہ کام شروع ہوا جو کہ شہید ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں شروع ہوا تھا حالانکہ اس منصوبے کے لیے اب بھی پیسے دیے جاتے رہے ہیں اور اب جو

بجٹ میں reflection ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ٹنل آئندہ 50 سال میں بھی مکمل نہیں ہو گی۔ لواری ٹنل اور چکدرہ سے لے کر چترال تک کی یہ سڑک ، central Asia تک جانے والی روڈ ہے اور اس سے خیبر پختونخوا کی تقدیر بدل جائے گی۔ اگر یہ جلد تعمیر نہ ہوئی اور وہاں کی معاشی صورت حال کو بہتر نہ کیا گیا تو امن و امان قائم کرنے میں بہت مشکلات ہوں گی۔ وہاں پر ایک مشکل یہ بھی ہے کہ چکدرہ میں پورے مالاکنڈ ڈویژن کے لیے kv 132 کا ایک گرڈ اسٹیشن ہے جبکہ یہ ایک ڈسٹرکٹ کے لیے بنا تھا مگر اب اس میں پورا ڈویژن شامل ہے اور شانگلہ اور کوہستان تک لائنیں جاتی ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دوسری جگہوں پر اگر 5,8 یا 10 گھنٹے لوڈشیڈنگ ہوتی ہے تو وہاں کم voltage اور low voltage transformers کی وجہ سے 20 ,20 گھنٹے لوڈشیڈنگ ہو رہی ہے۔ یہاں پر جو مختلف NGOs بحیثیت نظام میرے ساتھ کام کرتی چلی آ رہی تھیں، ان کی یہ سوچ اور تجزیہ ہے کہ جب تک معاشی صورت حال بہتر نہیں ہو گی تب تک بہتری نہیں آئے گی۔ بجائے اس کے کہ ان کے لیے ترقی و خوشحالی کے دوسرے راستے کھولے جائیں، روزگار کے مواقع فراہم کیے جائیں وہاں پر کم voltage کی وجہ سے روایتی ہنرمند لوگ ، ٹیلر ماسٹر، کارپینٹر، ویلڈر اور دوسرے لوگ متاثر ہو رہے ہیں۔ بجائے اس کے کہ ہم ان کو technical education دیں، تقریباً 80% نیم ہنرمند لوگ بے روزگار ہو گئے ہیں۔ محترمہ شہید بے نظیر بھٹو نے چکدرہ کے مقام پر ایشیا کی سب سے بڑی I.T University منظور کی تھی۔ آپ کے علم میں ہے کہ اکیسویں صدی میں آئی ٹی اور کمپیوٹر کی کیا اہمیت ہے اگرچہ اس کے بعد مشرف کی حکومت میں مالاکنڈ یونیورسٹی بن گئی لیکن وہ روایتی تعلیم کے لیے بنی ہے، وہ advance education کے لیے نہیں بنی۔ میں بجٹ کے حوالے سے بات کروں گا کہ ایک سال، دو سال اور پھر تین سال کے بعد پتا چلے گا کہ جو وعدے ہیں وہ سچائی پر مبنی ہیں یا نہیں۔ ان میں ترقی کے راز ہیں یا نہیں ہیں وہ وقت بتائے گا۔ ہم کیوں اس پر تکرار کرتے ہیں کہ کل ایسا ہوا ہے اور آج ایسا نہیں ہو گا۔ آج جو کچھ ہو گا اس کا نتیجہ کل نکل آئے گا پھر لوگ فیصلہ کریں گے کہ بات ٹھیک تھی یا غلط تھی۔ میری درخواست لواری ٹنل اور کم وولٹیج ، چکدرہ گرڈ سٹیشن کو 132KV سے 220KV کرنے کے حوالے سے ہے کہ یہ منصوبہ جو پچھلی چار پانچ دہائیوں سے چلا آ رہا ہے اس پر عمل کیا جائے۔ لوگوں کی معاشی صورت حال کو بہتر بنانے کے لیے، وہاں روزگار کے مواقع پیدا کیے جائیں اور اس صورت حال کو یکسر ختم کیا جائے کہ اگر کسی حکومت نے اچھا کام شروع کیا ہے، چونکہ وہ پچھلی حکومت نے کیا ہے لہذا آنے والی حکومت کا یہ فرض بنتا ہے کہ اس کو بند کرے۔ میری یہ درخواست قائد ایوان سے ہے اور

میری درمندانہ اپیل ہے حکومت وقت سے کہ براہ مہربانی خیبر پختونخوا میں معاشی صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے لیے خصوصی مراعات دیں بلکہ میں تو یہاں تک درخواست کرنے میں حق بجانب ہوں کہ وہاں جو water resources ہیں ان پر hydel generation کی اسکیمیں بنائی جائیں اور خیبر پختونخوا، فاٹا، پاٹا کے لوگوں کو رعایتی نرخوں پر بجلی دی جائے تاکہ وہاں پر صنعتیں قائم ہو جائیں۔ میرے خیال میں صنعتوں کے قیام کے بعد ہی لوگوں کو روزگار کے وافر مواقع فراہم ہوں گے اور ان کی معاشی حالت بہتر ہو گی اور پھر یہ لوگ ان لوگوں کے پیچھے نہیں جائیں گے جن لوگوں کے عزائم دوسرے ہوتے ہیں لیکن یہ اپنی معاشی صورت حال سے بدحال و مجبور ہو کر ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ میں ان چند الفاظ کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ سارے پاکستان کے حوالے سے بجٹ پر بہت سارے دوستوں نے تقریریں کی ہیں۔ کچھ دوست ایسے ہیں جو economics سے متعلق علم کے حوالے سے ملکی اور بین الاقوامی سطح کا علم رکھتے ہیں، کچھ لوگ ایسے ہیں جن کی معلومات کسی صوبے یا علاقے تک زیادہ ہیں۔ میں خیبر پختونخوا، فاٹا سمیت جہاں امن کے حوالے سے بدامنی ہے، جہاں بدحالی ہے، سیلز ٹیکس کے حوالے سے بات کروں گا کہ مراعات واپس لے رہے ہیں یہ بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر بات کرنی چاہیے، ان کو مزید مراعات دینی چاہییں، ان کے ساتھ ایک وقت کا تعین کرنا چاہیے اور اس کے بعد یہ کرنا چاہیے۔ ایسے فیصلے جن سے لوگوں کو تکلیف ہو، لوگوں کی تکلیف کا علم نہ ہو تو اس کے نتائج اچھے نہیں ہو سکتے۔ آپ کا بہت شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ Now I give the floor to Mr. Mustafa Kamal. حاجی عدیل صاحب! during speeches point of order کی بات نہیں ہوتی۔ میں آپ کو بالکل موقع دوں گا پہلے speeches ہونے دیں۔ ویسے آپ ضابطہ ۲۴۳ پڑھ لیں۔ آپ فرمائیں کیا کہنا چاہتے ہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: عرض یہ ہے کہ آج کل جب ہم اس عمارت میں داخل ہوتے ہیں، آپ تو آج کل ادھر سے آتے ہیں ایک نمبر گیٹ سے نہیں آتے۔ ہم گاڑی سے اتر کر پیدل آتے ہیں۔ ہمارے آنے والے راستے پر ایک شیڈ ڈالا گیا ہے اور ایک corridor سا بنایا ہے جہاں میڈیا کو بھی اجازت ہے اور وہ اپنے کیمروں کے ساتھ وہاں موجود ہوتے ہیں اور وہ ہم parliamentarians سے بات کرتے ہیں اور ہم سب اس سے متعارف ہیں۔ آج بڑی عجیب صورت حال ہوئی ہے جب وہاں ہم

پہنچے تو دونوں اطراف سادہ کپڑوں میں لوگ کھڑے تھےاور انہوں نے ہاتھوں سے زنجیر بنا رکھی تھی۔ میڈیا والوں کو ہم سے ملنے نہیں دے رہے اور ہم میڈیا والوں سے نہیں مل سکتے۔ یہاں تک کہ ہمارے ساتھ جو اپنا سینیٹ سیکرٹریٹ کا سٹاف ہے ان کو بھی اس corridor میں داخل نہیں ہونے دیا گیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کون لوگ ہیں جو یہاں اس طرح کھڑے ہیں ، انہوں نے جواب دیا کہ ہم پولیس ہیں۔ ہم نے کہا کہ آپ یہ ہاتھوں کی زنجیر بنا کر کیوں کھڑے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہمیں DIG صاحب کا حکم ہے۔DIG صاحب بھی وہاں کھڑے تھے، اتفاق سے مشاہداللہ خان صاحب بھی وہاں پر تشریف لے آئے۔ میں اور مشاہداللہ خان صاحب اور ہمارے ساتھی باز محمد خان بھی تھے، ہم نے DIG صاحب سے کہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ آپ کی سیکورٹی ہے ۔ ہم نے کہا کہ کیا کوئی خودکش بمبار آرہا ہے جس کے لیے آپ نے ہماری اتنی سیکورٹی کا بندوبست کیا ہے۔اگر پارلیمنٹ کے اندر پولیس آنا چاہتی ہے یا کھڑی ہونا چاہتی ہے تو جناب چیئرمین! یا آپ سے پوچھے گی یا سپیکر سے ان کو اجازت لینی ہو گی۔ ہماری کافی بحث کے باوجود انہوں نے ہماری بات نہیں مانی اور وہی رویہ اپنائے رکھا۔ ہم نے کوشش کی تھی کہ ہم وزیر داخلہ صاحب سے ملیں لیکن اتفاق سے جب ہم ان کے دفتر پہنچے تو وہ قومی اسمبلی میں چلے گئے تھے۔جناب چیئرمین! مجھے یہ بتایا جائے کہ کیا آپ کے دفتر سے پولیس نے یہ اجازت لی ہے کہ جو ممبران کے داخلے کا راستہ ہے اور جہاں ہم میڈیا کے دوستوں سے ملتے ہیں اس پر پولیس نے جو گھیرا ڈالا ہوا تھا، ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر دونوں اطراف وہ کھڑے تھے۔جب ہم نے ان سے کہا کہ یہ ہاتھ کھولیں تاکہ ہم جائیں تو بڑی رعونت سے وہ ہمیں دیکھ رہے تھے اور انکار کر رہے تھے۔ جناب چیئرمین! یہ تو بڑی عجیب سی کیفیت ہے کہ اب اسلام آباد کی پولیس نے پارلیمنٹ کے دروازے پر ابتدا کر دی ہے اور کل یہاں بھی آ کر کھڑی ہو جائے گی کہ شاید کوئی خودکش بمبار آرہا ہے یا کوئی ایسی ہستی آرہی ہے جس نے آج حلف اٹھانا ہے۔ یہ کیا بات ہوئی۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی راجہ صاحب! آپ اس مسئلے پر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ جی۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ کچھ انتظامات ایسے کیے گئے تھے اور جو آج کل کی سیکورٹی کے حالات ہیں اس کا بھی سلسلہ تھا۔ دوسرا عمران خان کے بارے میں کہا گیا تھا کہ وہ آج حلف لینے کے لیے آرہے ہیں اور جو حادثہ ان کے ساتھ لاہور کے جلسے میں ہوا تھا، وہ سٹیج پر جا رہے تھے تو گر پڑے تھے اور ان کی ریڑھ کی ہڈی پر چوٹیں آئی تھیں جس کی وجہ سے میرے خیال

میں انتظامیہ کو یہ خیال تھا کہ اگر یہاں زیادہ لوگ اکٹھے ہوئے ، بھیڑ ہو گی اور ان کو اگر دھکا لگ گیا تو مسئلہ بن جائے گا۔ ممکن ہے یہ اسی کی کڑی ہو۔ ایک رکن کو facilitate کرنے کے لیے کہ انہوں نے حلف اٹھانا تھا یہ انتظامات کیے گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سپیکر صاحب کی اجازت سے ہی ہوا ہوگا۔ ویسے تو ہو نہیں سکتا اور پھر انہوں نے یہ راستہ بھی استعمال نہیں کیا وہ دوسری طرف سے اندر آ گئے crowd وغیرہ کو avoid کرنے کے لیے لیکن اس کے باوجود میں پتا کرلوں گا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔

جناب چیئرمین: جی آپ بالکل coordinate کرلیں سپیکر آفس سے we have to facilitate every member of the Parliament. Thank you. جی فرحت اللہ بابر صاحب۔

سینیٹر فرحت اللہ بابر: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میرا point of order اسی پر ہے just two minutes آج ایک خبر آئی ہے بظاہر تو خبر بڑی چھوٹی لگتی ہے لیکن اس کے مضمرات انتہائی دوررس ہیں اور یہ بجٹ کے اجلاس ہی میں ، میں آپ کی وساطت سے قائد ایوان کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ خبر یہ ہے کہ ایک summary move ہوئی ہے کہ Director General Military Lands and Cantonments کے عہدے کے لیے کسی ایک حاضر سروس فوجی کا نام تجویز کیا گیا ہے۔جناب چیئرمین! Director General Military Lands and Cantonment بظاہر بڑی معمولی پوسٹ نظر آتی ہو گی گریڈ اکیس کی لیکن 1973 کے آئین اور 1973 کی Administrative Reforms کے تحت یہ عہدہ Military Lands and Cantonment Service کے افسران کا ہے جن کا باقاعدہ competitive exam کے ذریعے Public Service Commission انتخاب کرتا ہے۔1999 کے بعد جب جنرل پرویز مشرف آئے تھے تو وہ خلاف قانون اس پر فوجی افسران کو تعینات کرتے رہے لیکن اب سویلین حکومت ہے اور ایک اچھے خاصے مینڈیٹ کی Government ہے، پرسوں یہاں فاضل وزیر داخلہ نے یہ بھی کہا تھا کہ civil اور military کے درمیان greater coordination کی ضرورت ہے اور ہم کریں گے۔ جناب چیئرمین! یہ عہدہ مرکزی حکومت کی طرف سے land regulator کا ہے۔ یہ land کو regulate کرتا ہے اور اس کے بارے میں مسودہٗ قانون بنا کر آگے بھیجتا ہے۔ اگر اس land regulator کے عہدے پر ایک حاضر سروس فوجی کو لگایا جائے جبکہ فوج بذاتِ خود land user ہے تو کیا پیغام جاتا ہے اور کیا structural

change آتی ہے؟ Structural change یہ آتی ہے کہ land user کو آپ نے اٹھا کر land regulator بنادیا۔ وہ زمین استعمال بھی کرتا ہے اور اس کے استعمال کو regulate بھی کرتا ہے۔ جب وہ land regulate کرتا ہے اور land استعمال کرتا ہے تو اس کے ساتھ تمام ملک میں موجود military estate officers بھی اس کے under آجاتے ہیں۔ تمام military officers وفاقی حکومت کے agents ہوتے ہیں۔ They are not agents of the military, they are agents of the Federal Government which is a land owner. So, a very serious situation arises that the land owner now becomes a land regulator. اس لیے میں آپ کی وساطت سے لیڈر آف دی ہاؤس سے گزارش کروں گا کہ وہ اس point کو نوٹ کرلیں کیونکہ ابھی summary sign نہیں ہوئی۔ اطلاع اور رپورٹ ہے کہ یہ summary گئی ہے اور اس پر فیصلہ کیا جائے گا۔ اس معاملے کو اس angle سے ضرور دیکھ لیں کہ land regulator اور land user کو لازمی طور پر separate رکھا جائے۔ بہت شکریہ۔

Mr. Chairman: Farhatullah Babar, I hope there should be some proper procedure adopted. You cannot have a reply instantly on a point of order on such an important issue. I would suggest that you come under the rules, let it be discussed and debated in the House, this is the forum, then the Treasury Benches would be in a position to respond to all those things. Raja *sahib*, you should look into it but what I suggest to you is, examine the rules. There can be a calling attention notice, there can be a motion under rule 218. If it comes in that way, then we can discuss all these things. Thank you.

Senator Farhatullah Babar: Thank you very much. I will do that also.

Mr. Chairman: Now the floor is with Mustafa Kamal.

سینیٹر سید مصطفیٰ کمال: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! آپ کا بہت شکریہ آپ نے موقع دیا۔ بجٹ پر بحث ہورہی ہے۔ میں اس پورے بجٹ میں جتنا کچھ بھی دیکھ یا سن پایا ہوں

اور جتنے بھی ماہرین سے مشورہ کر پایا ہوں جو اس بجٹ کو زیادہ سمجھتے ہیں، اگر issues پر بات ہو، knitty gritties پر بات ہو، project-wise بجٹ پر بات ہو تو یہ ایک لمبی داستان ہے اور بیس منٹ میں یہ ساری چیزیں نہ تو پوری ہوں گی، نہ ہی مجھے یہ چیزیں کرنی ہیں اور نہ ہی اس سے کوئی فرق پڑتا ہے۔ پتا نہیں ابھی ان تمام باتوں سے بھی کوئی فرق پڑتا ہے یا نہیں لیکن میں ایک چیز کی طرف بطورِ پاکستانی، بطور ایک responsible person نشان دہی کروں گا جو کہ اس House میں میری ذمہ داری ہے۔ میں ضرور چاہوں گا کہ اس کو highlight کروں اور جو بھی اقتدار میں لوگ ہیں، جو بھی decision makers ہیں، ان کی توجہ ضرور اس طرف دلاؤں۔

اس تمام بجٹ میں، تمام غور و فکر میں، کہیں بھی، کسی بھی جگہ پاکستان میں ہونے والی urbanization کو consider نہیں کیا گیا۔ پاکستان میں رونما ہونے والے واقعات، جس طرح سے پاکستان کے شہروں میں influx آرہا ہے، نہ صرف پاکستان کے شہروں میں بلکہ اس وقت جو پوری دنیا کا phenomenon ہے، even super powers, developed countries and developing countries جو بھی ملک economic-wise اپنی growth پر consideration کر رہے ہیں، اپنے ہاں stability کی بات کررہے ہیں، اپنے ہاں لوگوں کے حالات بہتر کرنے کی بات کررہے ہیں، آج کا phenomenon اور آئندہ آنے والے دو سو سالوں کا phenomenon, problem and challenge along with the opportunity دنیا میں رونما ہونے والا urbanization phenomenon ہے۔ مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس ملک کے decision makers اور خاص طور پر اسحاق ڈار صاحب جن کا میں احترام کرتا ہوں اور جن کے پاس تمام دنیا کا exposure بھی ہے، ان کے دنیا کے مختلف financial اور research کے اداروں سے بھی بہت interaction ہے، اس طرف توجہ نہیں دے پائے۔ تمام دنیا میں آج urbanization پر ایک بڑی debate ہورہی ہے اور اس معاملے پر concentration ہے لیکن ہمارے اس 14-2013 کے بجٹ میں urbanization کے بارے میں ایک لفظ تک نہیں ہے۔ میں اس کی detail میں جاؤں گا۔ اگر میں یہ کہہ رہا ہوں تو کیوں کہہ رہا ہوں؟ اس کے فائدے اور اس کے نقصانات کیا ہیں؟

جناب چیئرمین! 2008 وہ سال تھا جب دنیا کی آدھی آبادی urban centres کی طرف اور cities کی طرف shift ہوئی۔ پہلی مرتبہ دنیا کی تاریخ میں، 2008 وہ سال ہے کہ اگر آپ کے پاس دنیا

بھر میں لوگوں کی تعداد 6.7 بلین ہے تو half of the population of the world have already migrated towards these cities of the world. یہ وہ ممالک ہیں جہاں کے rural areas اور دیہات میں بجلی کا مسئلہ نہیں ہے، وہاں sewage کا مسئلہ نہیں ہے، وہاں پینے کے صاف پانی کا مسئلہ نہیں ہے، وہاں شاید job opportunities کا مسئلہ بھی نہ ہو لیکن دنیا کے لوگوں کی اس وقت یہ psyche ہے، اس صدی کے لوگوں کی psyche ہے کہ لوگ rural to urban, migration کررہے ہیں۔ جب developed countries میں یہ چیزیں ہورہی ہیں تو ہماری طرح کے developing countries جہاں بجلی نہیں ہے، پینے کا صاف پانی نہیں ہے، صحت کی facilities نہیں ہیں، education نہیں ہے، کوئی لال پیلی دوا دینے والا compounder یا ڈاکٹر تک موجود نہیں ہے تو ان ممالک کے مقابلے میں تو ہمارے جیسے ملک میں rural to urban migration کئی گنا زیادہ ہے۔

جب ہم سکول میں تھے تو ہمیں پڑھایا جاتا تھا کہ پاکستان کی 80 فیصد آبادی دیہات میں رہتی ہے جبکہ 20 فیصد شہروں میں رہتی ہے۔ آج کا phenomenon بالکل different ہو گیا ہے۔ I cant bet کہ پاکستان میں آج 50 سے 55 فیصد آبادی شہروں میں migrate کر گئی ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہم نے گزشتہ 65 سالوں میں اس phenomenon کو سامنے رکھتے ہوئے کتنے نئے شہر بنائے ہیں۔ ہم نے پاکستان کے existing شہروں کی capacity کو کتنا enhance کیا ہے؟ میں یہ بات اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اگر آج آپ پاکستان کے بڑے شہروں کی بات کرتے ہیں، کراچی، لاہور، کوئٹہ، پشاور، فیصل آباد اور راولپنڈی تو یہ اپنے existing size سے کئی گنا بڑھ گئے ہیں۔ آج جو ہمارے ہاں دہشت گردی اور violence ہے، جو disturbances ہیں، وہ اسی لیے ہیں کہ یہ جو waves آرہی ہیں تمام rural areas سے پاکستان کے تمام شہروں میں، ہم نے ان کو adopt کرنے کے لیے اپنے ہاں نئے شہر نہیں بنائے اور اپنے existing شہروں کی capacity کو، ان کے infrastructure کو enhance نہیں کیا۔ یہ اس وجہ سے ہورہا ہے کہ لوگوں کی شہروں میں آمد نہیں رک رہی، وہ پاکستانی ہیں اور ان کا right ہے کہ ملک کے اندر کسی بھی جگہ سے کسی دوسری جگہ travel کرسکتے ہیں، ان کی آمد نہیں رکی کیونکہ ان کے ہاں جو مسائل ہیں، ان کے ہاں جو پریشانیاں ہیں، ان پریشانیوں سے نکل کر better opportunities کے لیے وہ شہروں کا رخ کررہے ہیں لیکن چونکہ urbanization کی کوئی national

urbanization is even not the subject of this country and نہیں ہے، policy its decision makers. اس وجہ سے جو influx آرہا ہے، ان کے آنے کے بعد ان کے infrastructure کا، ان کے رہنے کا، ان کے لیے low cost housing کا، ان کے لیے پانی کا infrastructure اور sewage کا infrastructure اور ان کے لیے road infrastructure کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ نتیجہ کیا ہورہا ہے؟ وہ جا کر گندے نالوں کی sides پر encroachments کررہے ہیں، وہ پہاڑوں پر قبضے کررہے ہیں۔ وہ حکومت کی گزرنے والی پانی کی لائنوں میں سوراخ کرکے پانی استعمال کررہے ہیں، وہ اسی میں اپنا sewerage ڈال رہے ہیں۔ وہ shanty houses, کچی آبادیوں کی، mushroom growth کررہے ہیں جہاں نہ proper گلیاں بنی ہوئی ہیں، نہ وہاں پانی کا انتظام ہے، نہ وہاں sewage کا انتظام ہے۔ وہ قریب سے گزرتی ہوئی پانی کی لائنوں کو leak کرکے استعمال کرتے ہیں، وہ بجلی کنڈے سے حاصل کرتے ہیں، اپنے sewage کو سڑکوں پر بہا دیتے ہیں۔ وہاں بیماریاں ہیں، وہاں law and order کی situation ہے۔ یہ اس لیے کہ جب آپ unplanned cities بنائیں گے، اپنے حساب سے گلیاں بنائیں گے، نہ وہاں ambulance داخل ہوسکتی ہے، نہ وہاں فائر بریگیڈ داخل ہوسکتی ہے، نہ وہاں پولیس کی موبائل وین داخل ہوسکتی ہے۔ آج یہ کوئی ایک دو علاقے نہیں ہیں، پاکستان کے سارے شہر اس کا شکار ہیں جو پاکستان کے revenue engines ہیں، پاکستان کی economy کی back bone ہیں۔ اگر آپ research کریں تو دنیا میں cities are the revenue engines for that country and same goes for Pakistan as well کہ پاکستان کے شہر اس ملک کے revenue engines ہیں۔ جناب والا! پاکستان کے وہ revenue engines collapse ہو رہے ہیں۔ میں آپ کو figures دوں گا کہ ہمارے ہاں revenue and expenditures کیا ہیں۔

جناب چیئرمین! ہم as a Government, as a decision maker of this country ان چیزوں پر اپنی آنکھیں بند نہیں کرسکتے۔ ہمارے جو existing assets ہیں، جو ہمارے revenue engines ہیں، ہم انہیں gradually تباہ کررہے ہیں۔ ہم ان لوگوں کو بھی آنے سے نہیں روک سکتے اور نہ ہمیں انہیں روکنا چاہیے اس لیے کہ جہاں انسان کو بہتر سہولیات ملیں گی، وہاں وہ اپنے لیے روزگار ڈھونڈے گا، اپنے لیے زندگی کی آسائشیں ڈھونڈے گا، اپنے بچوں کے لیے

صحت اور تعلیم کی سہولیات ڈھونڈے گا۔ ہمیں جو کرنا چاہیے اور بد قسمتی سے ہم نے ابھی تک نہیں کیا اور اس حکومت سے بہت امید تھی کہ شاید وہ اس پر concentration کرے، اپنی پالیسی دے۔ پوری دنیا کے developing and developed countries کے بجٹ اور تمام visions کے اندر urbanization has been the key factor of that country's policy اور دنیا کے بڑے بڑے ممالک اس پر آج اور آئندہ آنے والے ڈیڑھ سو سالوں کے phenomenon کو observe کر رہے ہیں، اس پر planning کر رہے ہیں۔ ہم نے کیا کیا؟ ہم نے پینسٹھ سالوں میں کوئی نیا شہر نہیں بنایا۔ جو بھی شہر بنے ہوئے تھے ان میں جس طرح بھی unplanned and illegal طریقے سے mushroom growth ہوتی رہی، ہم نے اسے خود بخود ہونے دیا ہے، ہم نے کوئی planned cities نہیں بنائے۔ ہم نے تمام جگہوں سے جو waves آرہی تھیں، ان waves, tsunami کو آنے سے پہلے انہیں forecast کر کے ان کا تدارک نہیں کیا۔ لہٰذا وہ لوگ جو opportunity بن سکتے تھے، جو اس ملک کا asset بن سکتے تھے اور شہروں میں ایک working force آرہی تھی جسے ہم for the national interest use کرتے، وہ opportunity threat میں convert ہو گئی ہے اور آج ہمارے شہروں کا براحال ہے، آپ کوئٹہ کا حال دیکھیں، کراچی کا حال دیکھیں، پشاور کا حال دیکھیں۔ لاہور کی بڑی خوش قسمتی یہ رہی ہے کہ تمام وزرائے اعلیٰ چاہے وہ کسی بھی پارٹی سے ہوں، وہ لاہور کو own کرتے ہیں۔ ہر پنجاب کا وزیر اعلیٰ وہیں سے کام شروع کرتا ہے جہاں سے سابق وزیر اعلیٰ نے کام چھوڑا ہوتا ہے۔ اس لیے شاید لاہور تھوڑا سا مختلف ہو۔ ہم نے کوئی نیا شہر نہیں بنایا، ہم نے صرف ایک نیا شہر بنایا ہے۔ ان پینسٹھ سالوں میں ہم نے صرف ایک نیا شہر بنایا ہے جہاں پر آپ اور ہم آج یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، اسلام آباد بنایا ہے لیکن ہم نے اسلام آباد کس mindset کے ساتھ بنایا؟ ہم نے اسلام آباد کوئی industrial development کے لیے نہیں بنایا، یہ industrial zones کے لیے نہیں بنایا، لوگوں کو job opportunities دینے کے لیے نہیں بنایا گیا۔ اس وقت کے حکمرانوں کو یہ احساس تھا اور ان کا کیا زبردست vision تھا کہ وہ حکمرانی کے لیے وہاں بیٹھنا چاہتے تھے جہاں انہیں کوئی disturbance نہ ہو، جہاں انہیں کوئی مسئلہ نہ ہو، جہاں انہیں mob بنا کر disturb کرنے والا کوئی نہ ہو۔ اس لیے ایک بڑے پہاڑی علاقے میں ایک secluded area میں آکر ایک شہر آباد کیا گیا جو صرف اور صرف حکمرانوں اور حکمرانی کرنے کے لیے ہے۔ یہاں پارلیمنٹ ہے، ایوان صدر یہاں ہے، Prime Minister House یہاں ہے اور یہ ruling elite کا شہر ہے۔ یہاں جتنی بھی تھوڑی

بہت آبادی ہے یہ زیادہ تر سرکاری ملازمین ہیں، چھوٹے موٹے کاروبار کرنے والے ہیں۔ اگر یہاں ایوانوں کے سامنے کسی کو احتجاج کے لیے آنا پڑتا ہے تو وہ اپنے شہر سے کنٹینر کا انتظام کرکے آتا ہے اور اس کے بعد وہ اس شہر میں آکر احتجاج کے لیے بیٹھتا ہے۔ اس کے علاوہ یہاں ان کی mobilization نہیں ہوتی۔ اگر کوئی کنٹینر لے کر نہ آئے تو اسے پھر آدھے راستے سے واپس جانا پڑتا ہے، اس لیے اگر کوئی اسلام آباد آئے گا تو اپنا بندوبست کرکے آئے گا۔

جناب چیئرمین! آپ ایک سیکنڈ کے لیےimagine کریں کہ اگر ہمارے یہی ایوان، ہمارا ایوانِ صدر، وزیراعظم ہاؤس کوئٹہ میں ہوتے، پشاور میں ہوتے، کراچی میں ہوتے، لاہور میں ہوتے تو دو دن پہلے جو کوئٹہ کا واقعہ ہوا ہے، ابھی جو last episode ہوا ہے، کیا اس قومی سانحے کے بعد ہم اتنی آسانی سے سوٹ پہن کر، ٹائی لگا کر ان ایوانوں میں اپنی مسکراتی شکلوں کے ساتھ آکر بیٹھ سکتے؟ نہیں بیٹھ سکتے۔ کوئٹہ کو چھوڑ دیں، اگر یہ واقعہ کراچی میں ہوتا یا لاہور میں ہوتا اور یہ ایوان آبادی کے درمیان ہوتے، لوگ ہمارا راستہ روکتے، ہماریbody language change ہوتی لیکن میں اس زمانے کے لوگوں کے vision کی داد دیتا ہوں جنہوں نے پاکستان کا ایک شہر بنایا اور وہ کسیindustrial zone کے لیے نہیں، کسی غریب کو معاشی فائدہ پہنچانے کے لیے نہیں،jobs create کرنے کے لیے نہیں بلکہ ruling elite کے لیے بنایا گیا ہے تاکہ یہاں چین کی بانسری بج رہی ہو، یہ ایسی جگہ ہے جہاں اگر کوئی احتجاج کے لیے آئے گا تو اسے اپنا انتظام کرنا پڑے گا اور کنٹینر ساتھ لانا پڑے گا۔ جناب چیئرمین! آپ نے لائٹ جلائی ہے، آپ اگر وہ بند کردیں تو میں تھوڑی سی اور بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: آپ کے almost 15 minutes consume ہو گئے ہیں۔ آپ وقت کا خیال رکھیں۔

سینیٹر سید مصطفیٰ کمال: جناب والا! میرے پاس کتنا وقت اور ہے؟

جناب چیئرمین: آپ کے پاس پندرہ منٹ تھے۔ یہ بات House Business Advisory Committee میں decide ہوئی ہے کہ 20 minutes for parliamentary leaders اور دوسروں کے لیے پندرہ منٹ۔

سینیٹر سید مصطفیٰ کمال: اگر آپ مجھے دو تین منٹ اور دے دیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، آپ دو منٹ اور لے لیں۔

سینیٹر سید مصطفیٰ کمال: شکریہ۔ میرا اس بات پر conclusion یہ ہے کہ urbanization is the real phenomenon. ہم پاکستان کو as a policy maker urbanize کرنے کا، نئے شہر بنانے کا national vision دیں، planning کریں اس لیے کہ دنیا بھر میں جہاں بھی ترقی ہوئی، وہاں کی national economy کی جو growth آئی، اس میں جب تک شہروں کی آبادی 65% to 60 نہیں ہوئی، اس وقت تک وہاں پر ترقی نہیں ہوئی۔

جناب چیئرمین! بجٹ پر میرا point یہ ہے کہ ہم نے وفاقی حکومت کا ترقیاتی فنڈ جو PSDP کہلاتا ہے، اس کے لیے 540 ارب روپے رکھے ہیں، اسی طرح صوبائی حکومتوں کے ADPs ہوتے ہیں، ان کے لیے بھی اربوں روپے رکھے گئے ہوں گے۔ یہ سارے ملا کر ہزاروں ارب روپے بنتے ہیں۔ یہ پیسے پہلی مرتبہ نہیں رکھے گئے بلکہ پینسٹھ سالوں سے رکھے جاتے رہے ہیں، پچھلے دس پندرہ سالوں میں زیادہ رکھے گئے ہوں گے اور یہ ہزاروں ارب روپے بنتے ہیں اور end of the year جب آپ ان کے کھاتوں کو check کرتے ہیں تو یہ سارا پیسا خرچ ہو گیا ہوتا ہے۔ یہ 540 ارب روپے اگلے پانچ سالوں میں کاغذوں میں لگ جائیں گے اور ہزاروں ارب روپے لگ جائیں گے لیکن میرا کہنا صرف یہ ہے کہ آیا اتنے ہزاروں ارب روپے پاکستان کے لوگوں کے لیے، ان کے گلی، محلوں اور سڑکوں پر لگ گئے ہیں تو پھر آج پاکستان کا یہ حشر کیوں ہے؟ پھر آج پاکستان کا یہ حال کیوں ہے؟ جناب والا! میں آپ سے صرف اور صرف دو منٹ لے کر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ اسی وجہ سے ہے کہ آپ ان پیسوں کو یہاں اسلام آباد میں بیٹھ کر centralize way of management کے تحت پاکستان کے مختلف علاقوں میں، اس کی گلیوں اور شاہراہوں میں استعمال کر رہے ہوں گے۔ جہاں اور جن علاقوں میں یہ استعمال ہو رہے ہوں گے وہاں کے لوگوں کی ownership آپ کے اس استعمال ہونے والے پیسے پر نہیں ہوگی اس لیے آپ نے پاکستان میں اب تک devolved local government system evolve نہیں ہونے دیا ہے اور آپ نے یہاں grass roots level پر اس کو establish نہیں کیا۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم یہاں ایوان میں بیٹھ کر سڑکوں کی بات کرتے ہیں، گلیوں کی بات کرتے ہیں، ہم شاہراہوں کی بات کرتے ہیں، اس ایوان کا یہ کام نہیں ہے۔ یہ Senators, MNAs and MPAs کا کام نہیں ہے کہ ان کو ترقیاتی مد میں ایک ایک کروڑ اور دو دو کروڑ روپے

دیے جائیں۔ گلیاں بنانا ان کا کام نہیں ہے، پانی کی پائپ لائنیں بچھانا ان کا کام نہیں ہے، health کے منصوبے چلانا ان کا کام نہیں بلکہ ان کا کام یہاں پر بیٹھ کر پاکستان کے لوگوں کے لیے اچھی legislation کرنا، اچھے قانون بنانا ہے۔ یہاں پر health debate ہونی چاہیے، پاکستان کی health policies پر debate ہونی چاہیے، پاکستان کی education policies پر debate ہونی چاہیے ۔ یہ ہمارا کام نہیں ہے کہ ہم یہاں بیٹھ کر گلیوں کی، نالیوں کی construction اور ٹھیکوں کی بات کریں۔

خدارا! پاکستان کے لوگوں کو، اور 3rd tier کے لوگوں کو پاکستانی سمجھ کر یہ کام ان کے ذریعے کروائیں۔ 540 billion PSDP or ADPs کو کسی سینیٹر یا ایم این اے کے ذریعے implement نہیں ہونا چاہیے otherwise کوئی ownership نہیں آئے گی، sense of participation نہیں ہوگی، sense of ownership نہیں آئے گی اور جس طرح کی آج پورے پاکستان سے آوازیں آرہی ہیں، بلوچستان سے آرہی ہیں، سندھ سے آرہی ہیں، خیبر پختونخوا اور مختلف علاقوں سے آرہی ہیں اسی طرح کی آوازیں آتی رہیں گی۔ آج ہم نے ان آوازوں کو دبانے کے لیے کیا حکمت عملی اپنا رکھی ہے، ہم یہ چاہتے ہیں کہ جہاں جہاں سے حق کی آواز بلند ہو وہاں ہم چھاؤنیاں بنادیں اور ان چھاؤنیوں سے پاکستانیوں کو پاکستانی بنائیں۔ جناب عالی! یہ دور گزر گیا۔ خدارا! grass roots level پر گلی محلوں کے لوگوں کو یہ اختیارات دیں اور ان کے ذریعے، ان کو پیسے دے کر ایسے کاموں کو complete کروائیں۔ اس سے لوگوں میں sense of participation آئے گی اور جب sense of participation آئے گی تو اس ملک میں sense of ownership پیدا ہوگی اور پھر ہر پاکستانی اس پاکستان کو own کررہا ہوگا۔ Thank you very much.

(Desk thumping)

Mr. Chairman: Thank you, Nisar Muhammad Khan *Sahib*.

سینیٹر نثار محمد: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب چیئرمین صاحب! میں سب سے پہلے بلوچستان کے واقعات جو کوئٹہ اور زیارت میں رونما ہوئے، ان پر اور پھر کراچی میں کل جو چار لوگ target killing کا شکار ہوگئے ہیں اور خاص طور پر جو مردان اور

شیر گڑھ میں واقعات ہوئے جہاں ایک جنازے پر خود کش حملہ ہوا اور اس میں ہمارے KPK کے معزز رکن عمران مہمند سمیت تیس لوگ شہید ہوگئے اور 56 افراد زخمی ہوئے، بحیثیت پاکستانی ان واقعات پر بہت دکھی ہوا اور میرے خیال میں اس پر افسوس کے الفاظ تو کچھ بھی نہیں ہیں مگر ہم صرف افسوس ہی کر سکتے ہیں لیکن افسوس کے ساتھ ساتھ ڈیڑھ سال کا عرصہ ہو گیا جب سے ہم اس ہاؤس میں آئے ہیں یہی سنتے آرہے ہیں کہ یہ target killing ہے جو BLA and Taliban لوگ کر رہے ہیں۔

جناب! خاص طور پر KPK کے حوالے سے تو یہی بات آرہی ہے کہ وہاں پر جو ایسے واقعات ہو رہے ہیں وہ طالبان کر رہے ہیں لیکن اس واقعہ کے بعد احسان اللہ احسان نے بھی اس کی تردید کردی کہ یہ انہوں نے نہیں کیا۔ آخر پھر یہ کون کر رہا ہے اور کس کے ایما پر ہو رہے ہیں اور کیوں ہو رہے ہیں؟ بیس پچیس دن پہلے کی بات ہے کہ میں ایک چھوٹے سے گاؤں میں ایک جنازے پر گیا اور دو مسجدوں میں ایسے incidents ہوگئے، دھماکے ہوگئے اور ان میں چودہ لوگ شہید ہوگئے۔ ان چودہ لوگوں کے انچاس بچے ہیں جن کے ساتھ میں خود ملا۔ آپ اللہ پر یقین کریں کہ ان بچوں کی بری حالت ہے اور غربت میں وہ زندگی گزار رہے ہیں، سکول تو دور کی بات ہے۔

یہ بجٹ اجلاس ہے اور اس پر تو ہم speech کرتے ہیں لیکن پوری پارلیمنٹ سے اور میری اپنی حکومت سے یہ استدعا ہے کہ جیسے ہم ہر مد کے لیے، development کے لیے، energy crisis کے لیے focus کرتے ہیں جس کو ہم دوسرا issue سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے ملک کا دوسرا بڑا issue ہے لیکن زیادہ first issue پر focus کریں اور خاص کر اس بجٹ میں ان بچوں کے لیے جو دہشت گردی کا شکار ہو رہے ہیں، کچھ ہونا چاہیے۔

جناب چیئرمین! خاص طور پر اس بجٹ کے حوالے سے عرض کرتا ہوں کہ یہ بجٹ جس حالت میں یہاں پر پیش ہو رہا ہے، اس وقت اگر ہم ملکی حالات کو دیکھیں، جیسے یہاں پر law and order کی situation ہے۔ کل یہاں ہمارے کچھ بھائی اس انداز میں بات کر رہے تھے کہ جیسے انہوں نے اس ملک کو بہترین حالت میں چھوڑا ہو لیکن میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان پندرہ دنوں کا اگر آپ لوگ رونا رو رہے ہیں تو یہ تو آپ کے دور کے پانچ سالوں کے کاموں کا نتیجہ ہے۔

جناب چیئرمین! ملکی معیشت کی اگر یہی حالت ہے اور بڑی معذرت کے ساتھ کہ ہمارے ایک معزز اور محترم رکن کہہ رہے ہیں کہ خزانہ تو خالی ہے اور اس کو regenerate کرنا حکومت کا کام

ہے۔ ایک تو خالی ہوتا ہے لیکن یہ خالی بھی نہیں ہے۔ اس پر چودہ ہزار ارب قرضوں کا بھی بوجھ ہے اور ان پانچ سالوں میں جو سات ہزار دو سو ارب کی کرپشن ہوئی ہے اس کا بوجھ بھی اس حکومت پر ہے۔ صرف یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ اچھا بجٹ پیش ہونا چاہیے بلکہ اس تناظر میں دیکھیں کہ اس ملک کے ساتھ پچھلے سالوں میں کیا ہوا ہے خاص طور پر ان مشکل حالات میں جب ایک طرف ملک کی یہ حالت ہے، law and order کی خراب situation ہے اور معیشت کی یہ حالت ہے۔ ایسی حالت میں بجٹ پیش کرنا انتہائی مشکل کام ہے۔ ایسے میں اخراجات کو کفایت شعاری سے کنٹرول کرنا، محصولات کی بہتر طریقے سے recovery کرنا اور پھر ان رقوم کو بہتر طریقے سے ملک اور قوم کے مفاد میں خرچ کرنا بڑا ضروری ہوجاتا ہے۔

جناب والا! پانچ سالوں میں کیا ہوا ہے۔ کونسی کفایت شعاری سے کام لیا گیا ہے اور کونسی محصولات کی recovery کو یقینی بنایا گیا ہے۔ جناب والا! FBR میں کرپشن کی حالت ہے اور اس ملک میں جو کرپشن کی حالت ہو گئی ہے اور پھر کونسی وہ رقوم ملک اور قوم کے بہترین مفاد میں خرچ ہوئی ہیں۔ ان ساری باتوں کے باوجود ملک کی حالت، معیشت کی حالت، law and order کی حالت اور کرپشن کی حالت کے تناظر میں اس بجٹ کا میں خود جائزہ لے رہا ہوں تو پتا چل رہا ہے کہ یہ بجٹ نہایت کفایت شعاری سے بنایا گیا ہے۔ جناب چیئرمین! پہلے احتساب اپنی ذات سے شروع ہوتا ہے۔ Prime Minister sahib نے اپنے صوابدیدی فنڈز، اپنے ہاؤس کے فنڈز اور پھر اپنے آفس کے فنڈز کو ختم کر دیا ہے۔ جناب چیئرمین! پہلے بھی ہم نے صوابدیدی فنڈ کا حشر دیکھا ہے کہ وہ کس طریقے سے ملتان اور گوجر خان میں خرچ ہوا ہے۔ جناب چیئرمین! ان باتوں کو بھی دیکھنا چاہیے۔ احتساب اندر سے شروع ہوتا ہے چنانچہ Prime Minister خود اپنے صوابدیدی اختیارات کو ختم کر رہے ہیں۔ Positive باتوں کو positive طریقے سے لینا چاہیے۔ وہ اپنے صوابدیدی اختیارات ختم کر رہے ہیں، اپنے ہاؤس کے اختیارات ختم کر رہے ہیں اور اپنے آفس کے اختیارات کو ختم کر رہے ہیں۔ ساتھ ساتھ منسٹر صاحبان کی تعداد کو اس وجہ سے کم کر رہے ہیں کہ اخراجات کم ہوں۔ جناب چیئرمین! کل یہاں پر ایک معزز رکن نے بتایا ہے کہ ایک منسٹر کا ماہانہ چار لاکھ روپے خرچ ہے لیکن میں معذرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ چار لاکھ روپے آپ کے لیے کچھ نہیں ہوں گے لیکن اس غریب بچے کے لیے جو ہزار روپے کے لیے ترستے ہیں اور مرتے ہیں ان کے لیے یہ بہت بڑی رقم ہے تو اس تناظر میں کفایت شعاری

کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم اربوں اور کھربوں لے آئیں۔ اس طرح کفایت شعاری ہوتی ہے۔ جناب چیئرمین! اگر دیکھا جائے چھوٹی سے چھوٹی بات اور پھر بڑی سے بڑی بات، جس طرح سرکاری اخراجات میں 30% کٹوتی ہے، یہ بھی بہت اچھا اقدام ہے، پھر secret fund کی بات ہورہی ہے کہ ہم نے secret fund کو ختم کر دیا ہے۔ یہ بہت ہی اچھا اقدام ہے۔ یہ بھی ملک اور قوم کے لیے بہترین سوچ ہے لیکن ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہہ رہا ہوں کہ یہ secret fund ختم ہو گیا ہے لیکن ملک اور قوم کی سلامتی کے لیے جو فنڈ مہیا کیا جاتا ہے اس پر check and balance ہونا چاہیے۔ یہ میری تجویز ہے کہ وہ بھی بے لگام گھوڑے نہ بنیں۔ یہ الفاظ تھوڑی سی معذرت کے ساتھ لیکن کم از کم ان کے لیے بھی ایک رکاوٹ ہو۔

جناب چیئرمین! اس طرح VVIP's کے لیے اس وقت luxury گاڑی ہے جس کی مالیت خود floor پر ہر معزز رکن کو معلوم ہے، ان کی import پر Prime Minister *sahib* نے پابندی لگا دی ہے۔ یہ بھی ایک اچھا اقدام ہے اور میرا خیال ہے کہ ہونا چاہیے۔ یہ وہی کفایت شعاری کی بات ہے۔ Prime Minister *sahib* اور یہ گورنمنٹ خود initiative لے کر اس پر آرہے ہیں۔ اس حکومت پر جو بھی تنقید ہے ہم اس کے لیے بالکل حاضر ہیں لیکن positive باتوں کو بھی دیکھنا چاہیے۔

جناب چیئرمین! جس طرح میں نے کہہ دیا کہ وہ رقوم جن پر کفایت شعاری کے ساتھ Prime Minister *sahib* نے نظر ڈال کر کٹوتی کی ہے، ان کا استعمال پھر کس طریقے سے ہونا چاہیے۔ میرے خیال میں اس وقت اگر ہم دیکھیں تو ملک میں بے روزگاری کا سلسلہ خاص طور پر نوجوانوں کے لیے انتہائی اہم مسئلہ ہے۔ اس detail میں اگر میں جاؤں تو یہ کافی زیادہ ہے۔ جس طرح PM Youth programme ہے ان نوجوانوں کے لیے جن کی عمر 25 سال ہے ان کو ماہانہ دس ہزار وظیفہ دیا جائے گا۔ اس طرح PM Youth Skill Programme ہے۔ اس طرح Small Business Loan programme ہے ان لوگوں کے لیے جو مڈل پاس ہیں، ان کو آسان شرائط پر قرضے دیے جائیں گے۔ اسی طرح PM Housing Scheme programme ہے۔ مکان بنانے کے لیے پانچ لاکھ سے پچاس لاکھ تک قرضہ مہیا کیا جائے گا۔ جو آشیانہ سکیم کی طرز پر پورے پاکستان میں جاری رہے گا۔ جناب چیئرمین! اگر ہم دیکھیں، جس طرح law and order کی بات ہورہی تھی،

اس طرح مختلف development funds کی میں بات کر رہا ہوں تو ہمیں ہر مد میں development fund کی ضرورت ہے۔ تعلیم اور صحت کی طرف دیکھ لیں تو اس کی تفصیل already دی گئی ہے اور ہر ایک مد میں خاطر خواہ اضافہ کیا گیا ہے لیکن خاص طور پر میں انرجی کے حوالے سے بات کر رہا ہوں کہ انرجی کا مسئلہ law and order کی طرح اس ملک کا سب سے اہم مسئلہ ہے۔ اس بجٹ میں انرجی crisis کے لیے 250 ارب روپے رکھے گئے ہیں تو میرے خیال میں پچھلے ادوار کے مقابلے میں یہ مناسب نہیں ہے لیکن یہ ایک وتیرہ رہا ہے کہ جو بھی پروجیکٹ چلتے تھے ان کو cut کرنا اس حکومت کا ایک احسن اقدام ہے۔ نام الگ بات ہے لیکن بے نظیر انکم سپورٹ فنڈ کو بھی 75 ارب روپے تک بڑھا دیا گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ بھی ایک احسن اقدام ہے۔ جناب چیئرمین! ساتھ ساتھ میں توانائی پر بھی بات کروں گا کہ 225 ارب روپے کے فنڈ رکھے گئے ہیں ان میں جناب! وہی پراجیکٹس ہیں، بھاشا ڈیم ہے، نیلم جہلم ہے، تھر کول پراجیکٹ ہے، یہ سارے وہی پراجیکٹس ہیں جو پہلے سے چلے آرہے ہیں۔ اس طرح sub-transmission line کے لیے ایک خطیر رقم رکھی گئی ہے اور انشاءاللہ اگر transmission line system ہمارا ٹھیک ہو جاتا ہے تو جناب اس کے losses اس وقت 29% ہیں تو وقتی طور پر اگر یہ transmission line بھی ٹھیک ہو جاتی ہے تو یہ بہت اچھی بات ہو گی۔

جناب چیئرمین: Please conclude کر لیں۔

سینیٹر نثار محمد: جناب چیئرمین! ٹھیک ہے۔ 503 ارب روپے circular debt کی جو بات ہو رہی ہے تو کل مجھے TV پر یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ ڈار صاحب نے کہہ دیا ہے کہ 60 days کی بجائے انشاءاللہ 31 جولائی تک ہو جائے گا۔ اگر انشاءاللہ یہ ہو جاتا ہے تو ہمارا اس وقت جو crisis ہے وہ کم ہو گا اور پندرہ ہزار سے لے کر 17000 میگاواٹ تک بجلی بھی آسکتی ہے۔ جناب چیئرمین! مختلف جو revenues ہیں، پھر وہی اصلاحات کی بات آتی ہے، tax collection کے لیے جو پالیسی مرتب کی گئی ہے اسی سے ہمارے ٹیکس میں بہتری آئے گی۔ 5 لاکھ نئے tax-payers کو اس میں شامل کرنا ہو گا۔ ٹیکس مشینری کی صلاحیتوں میں اضافہ کرنا ہے۔ جو ٹیکس نظام میں بے قاعدگی ہے اس کا خاتمہ کرنا، ٹیکس نظام کو آسان بنانا اور ٹیکس کے دائرہ کار کو وسعت دینا، ٹیکس گزاروں کے

لیے سہولت اور FBR سے خاص طور پر کرپشن کا خاتمہ کرنا ہے۔ جناب چیئرمین! FBR میں cress کے نام سے ایک system قائم کیا گیا ہے جو اس پورے سسٹم کو چیک کرے گا۔

جناب چیئرمین! آخر میں تھری جی لائسنس سے ایک خطیر رقم آئے گی۔ جناب چیئرمین! میں اپنی تقریر اسی موضوع پر ختم کر رہا ہوں کہ اس وقت ٹھیک ہے یہاں اور وہاں پر کوئی فرق نہیں ہے۔ کل ہم وہاں پر تھے اور آج یہاں پر ہیں۔ کل وہاں پر ہم پھر ہوں گے اور یہ یہاں پر ہوں گے لیکن جناب چیئرمین! اس وقت جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں، جن حالات سے یہ ملک گزر رہا ہے، جن حالات سے یہ قوم اور عوام گزر رہے ہیں ہمیں ایک پاکستانی ہو کر اس پاکستان کے لیے سوچنا چاہیے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔

سینیٹر نثار محمد: آخر میں۔۔۔

جناب چیئرمین: یہ چھٹی مرتبہ آپ کہہ رہے ہیں کہ آخر میں، مطلب یہ ہے کہ

you have consumed 18 minutes.

سینیٹر نثار محمد: جناب چیئرمین! میری ایک ذاتی تجویز ہے۔ جس طرح ہم نے پہلے بھی اس پر discuss کیا تھا آپ کے آفس میں کہ as a parliamentarian ہمیں بھی کفایت شعاری سے کام لینا چاہیے، اگر باقی parliamentarians fund سے دست بردار ہوتے ہیں تو جناب چیئرمین! میری یہ تجویز ہے کہ ہم بھی ان کی صف میں شامل ہوں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ، عبدالنبی بنگش صاحب۔

سینیٹر عبدالنبی بنگش: جناب چیئرمین! بڑی مہربانی۔ یہاں بڑی تقاریر ہوئی ہیں۔ کافی باتیں مجھے یہاں پر سننی پڑیں۔ میرے خیال میں ان کو repeat نہیں کرنا چاہیے اور میں آپ کو بار بار request بھی نہیں کروں گا کہ time دے دیں۔

جناب چیئرمین: Business Advisory Committee میں یہ طے شدہ بات ہے کہ ہر معزز ممبر صرف 15 منٹ بات کرے گا تو میں honourable members سے request کروں گا کہ kindly conclude it within 15 minutes.

سینیٹر عبدالنبی بنگش: آپ کی بات بجا ہے۔ جناب چیئرمین! ایک ریت چلی ہے، میں سمجھا تھا کہ شاید ہمیں اور ہمارے اکابرین کو احساس ہو چلا ہو گا کہ اسی سیٹ پر جب جناب اسحاق ڈار صاحب لیڈر آف دی اپوزیشن کے طور پر بیٹھے تھے تو جن چیزوں کو وہ oppose کرتے تھے انہیں چیزوں کو آج وہ بہت پیار اور بڑے دھڑلے سے defend کر رہے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ ہمارے رویے نہیں بدلے۔ Bench جب بدل جاتے ہیں، یہ کہتے ہیں کہ یہاں ہوں یا وہاں ہوں کوئی فرق نہیں پڑتا، بہت بڑا فرق پڑتا ہے، جو کہ میں نے پچھلے چار سالوں میں دیکھا۔ میں اسحاق ڈار صاحب کی بڑی عزت کرتا ہوں، وہ بہت honest, decent, polite and hard working ہیں لیکن میں نے یہ دیکھا ہے کہ چہرے بدلے ہیں اور دن بدلے ہیں وزیروں کے اور کوئی چیز نہیں بدلی۔ بہر حال جس چیز کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے، اس بجٹ میں مزدور، کسان، سرکاری ملازمین اور سمندر پار پاکستانیز جن کو ہم ہمیشہ سے backbone کہتے رہے ہیں ہماری پاکستانی معیشت کی، ان کا پورے بجٹ میں سرے سے ذکر تک نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ الحمدللہ ان کا elite class سے تعلق ہے، ان میں اٹھنا بیٹھنا ہے تو صرف elite class, بڑے کارخانہ داروں اور سرمایہ داروں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بجٹ بنایا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک و شبے کی گنجائش نہیں ہے اور مجھے ایک بات اور بھی بڑے افسوس سے کہنی پڑتی ہے کہ ڈار صاحب نے categorically کہا کہ سرکاری ملازمین اس سال صبر کریں اگلے سال ہم ان کی تنخواہیں بڑھائیں گے لیکن جب انہوں نے very first day دیکھا کہ reaction آیا، تالا بندیاں شروع ہوئیں، ریل گاڑی کو چلانا بند کر دیا تو انہوں نے کہا کہ نہیں جی مطلب یہ تھا کہ یکم جولائی 2013 کیونکہ نیا سال اس تاریخ سے شروع ہوتا ہے تو اس طرح کی قلابازی کی کم از کم مجھے ڈار صاحب سے توقع نہیں تھی۔ بہرحال اگر وقت پر احساس ہوا تو اس کو ہمیں appreciate کرنا چاہیے کہ جوں ہی پتا چلا کہ reaction بڑا خطرناک ہو گا اور واقعی بہت زیادتی ہوئی ہے، میں ابھی بھی کہتا ہوں کہ ان ملازمین کے لیے دس فیصد بھی ناکافی ہے۔ بہرحال جو کچھ ہوا ٹھیک ہوا۔ GST 1% کی جو بات ہو رہی ہے، آج بھی سپریم کورٹ میں اس پر کافی بحث چل رہی ہے اور آپ کی جو Standing Committee on Finance ہے اس نے اس کو reject کر دیا ہے۔ میں کوئی قانونی ماہر تو نہیں ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ morally and legally آپ ruling دے سکتے ہیں کہ آپ نے 1% GST کا معاملہ Standing Committee کو refer کیا تھا کہ یہ اتنا immediately کیسے نافذ العمل ہو

گیا کہ اس کی 12 جون کو announcement ہوئی اور 13 جون کو لاگو ہو گیا۔ ابھی اس پر debate ہو رہی ہے، پارلیمنٹ کی approval نہیں ہوئی تو اس مد میں اٹھارہ دنوں میں جو لوگوں سے روپے بٹورے جائیں گے تو اس کا legal status کیا ہو گا اس بارے میں بھی ہمیں بتایا جائے۔

جناب والا! پرسوں جو واقعہ بلوچستان میں ہوا اور ایسے واقعات کراچی میں بھی ہو رہے ہیں، ہمیں ان سب پر افسوس ہے اور دل خون کے آنسو روتا ہے۔ میں اپنے قائد ایوان کی توجہ بھی چاہتا ہوں کہ اس سے پہلے بھی PML(N) کی حکومت نے گدون انڈسٹریل اسٹیٹ کو کارخانوں کا قبرستان بنادیا تھا۔ یہ چیز on the record ہے کہ ایک حکومت نے ان کو facilities دیں اور لوگوں کو encourage کیا کہ آؤ! اس area میں کارخانے لگاؤ، کارخانے لگ گئے، اربوں اور کھربوں کی وہاں پر investment ہوئی، بنکوں نے ان کو اس کے لیے loan دیا لیکن وہ سارے bankrupt ہو گئے، ایسا کیوں ہوا؟ ان کی حکومت جوں ہی آئی تو اس کا نزلہ سب سے پہلے پختونخوا پر پڑا اور ان کا نزلہ ہمیشہ پہلے پختونخوا پر پڑتا ہے۔ میں معذرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہاں پر ANP کو بھی کافی defeat ہوئی جو سو سالہ تاریخ رکھتی ہے، وہ ruling party رہی ہے، پیپلز پارٹی کو بھی کافی سیاسی نقصان ہوا ہے اگر PML(N) کو اپنی توقع کے مطابق response نہیں ملا تو بجائے عوام سے اس کا بدلہ لیں وہ اپنے ان اکابرین سے پوچھیں جو Chief Minister بننے کے خواب دیکھ رہے تھے، ان سے پوچھیں، ان کو show cause notice دیں۔

جناب! اگر پختونخوا میں دہشت گردی ختم ہو گئی ہے، اگر وہاں پر شہد اور دودھ کے دریا بہنے شروع ہو گئے ہیں، اگر کل کے واقعہ پر ان کا کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہوا تو بے شک پختونخوا اور فاٹا کو جس طرح facilitate کیا گیا تھا یا انہیں tax exemption دی گئی تھی وہ واپس لے لیں۔ جناب! اس کی بنیادی وجہ دہشت گردی تھی۔ راجہ صاحب! آپ بتائیں کہ پختونخوا میں دہشت گردی ختم ہو گئی ہے کہ آپ ان سے وہ exemption واپس لے رہے ہیں۔ نہیں، دہشت گردی پہلے سے بڑھ گئی ہے۔ ایک اور افسوس ناک بات یہ ہے کہ جب پہلے کوئی ایسا incident ہوتا تھا تو کوئی اس کو own کرتا تھا، ٹی وی پر آ کر بشیر بلور اور میاں افتخار کھڑے ہو کر کہتے تھے کہ ہم ان کی مذمت کرتے ہیں۔ جناب! آج مذمت کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے، آج پوری پختونخوا حکومت میں کسی ایک official کا مذمتی بیان بتا دیں۔ آپ کس کے ساتھ بات کرنے جا رہے ہیں۔ ہم پہلے کہتے تھے کہ what is the mechanism کہ ہم بات چیت کے لیے ایک ساتھ table پر بیٹھ جائیں۔ جناب! کون بے وقوف ہے کہ اگر table پر

بات ہو سکتی ہے تو وہ نہ کرے۔ ہم تو عدم تشدد والے ہیں۔ جناب! ہمارے 800 لوگ شہید ہوئے ہیں، ہم نے کسی ایک بندے کا بھی بدلہ نہیں لیا۔ بشیر بلور صاحب، باقی بھی ہمارے بچے، بھائی بہنیں ہیں، لیکن اتنی بڑی شخصیت شہید ہوئی، کسی کے سائیکل کا شیشہ تک نہیں ٹوٹا، کوئی ٹائر نہیں جلایا گیا، ہم عدم تشدد کے پیرو کار ہیں۔ ہماری تربیت یہی ہے کہ ہم بدلہ نہیں لیتے، ہم اللہ پر چھوڑتے ہیں لیکن قربانی سے we never give up ہم نے انگریزوں کو give up نہیں کیا، ہم طالبان کو اب بھی give up نہیں کرتے we own this ہم اب بھی own کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ دہشت گردی ہے، ظلم ہے۔ ہمارے علما کو کیوں ابھی تک یہ جرأت نہیں ہے کہ وہ کہیں کہ جنازے میں دھماکا کرنے والے مسلمان نہیں ہیں، وہ فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟ یہ انسان ہی نہیں ہیں، مسلمان تو دور کی بات ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جو لوگ کل ان دہشت گردوں کے guarantor بننا چاہتے تھے، ایک پارٹی سنٹر میں بیٹھی ہوئی ہے، دوسری پختونخوا میں full majority کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے، اٹھیں اور طالبان کو table پر لے آئیں، ان کو بٹھائیں we will support them, we will encourage them ہم ان کو facilitate کریں گے۔ ہمارے تجربے سے فائدہ اٹھائیں، پختونوں کی روایت ہے کہ جس چیز کے لیے آپ اپنا خون بہاتے ہیں وہ آپ کی جاگیر بن جاتی ہے۔ ہم own کرتے ہیں لیکن اگر یہ ایک emotional political slogan تھا، لوگوں سے ووٹ بٹورے گئے اور آج آئیں، بائیں، شائیں کی باتیں ہو رہی ہیں تو ہم ایسے نہیں ہونے دیں گے۔

جناب چیئرمین! میری موجودہ حکومت سے استدعا ہوگی، ڈار صاحب سے کہ پختونخوا میں اگر آپ کوئی مزید incentive نہیں دے سکتے تو جو تھوڑا بہت تھا، صرف دو آئٹمز پر exemption تھی، فوری طور پر اس کا اثر ہوا، جس طرح GST کا اثر ہوا، 13 کو جاری ہوا، اسی طرح پختونخوا اور فاٹا سے مراعات واپس لی گئی ہیں، 13 تاریخ کو SRO جاری ہو گیا کہ ان پر ٹیکس لاگو ہے، کیوں؟ اس کو target کیا ہوا تھا، پہلے سے ٹوہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔

جناب چیئرمین! وقت تو شاید ختم ہو رہا ہے، points بہت ہیں، پورے ہاؤس سے میں نے ایک بات نہیں سنی کہ بہت بڑا معاہدہ ایران کے ساتھ گیس کا ہوا ہے، موجودہ بجٹ میں ایران گیس پراجیکٹ کے لیے ایک پیسا نہیں رکھا گیا، اس کا کیا مطلب ہے۔ جو بات کہی جا رہی ہے کہ ہم اس کو دیکھنا چاہ رہے ہیں، نہیں، ایسی بات نہیں ہے اگر پانچ سالہ بجٹ سات دنوں میں ڈار صاحب بنا سکتے ہیں تو آپ نے ایران کا معاہدہ دیکھا بھی ہوگا، پڑھا بھی ہوگا، آپ نے دیکھ لیا ہے۔

(اس مرحلے پر سینیٹر ملک محمد رفیق رجوانہ نے کرسی صدارت سنبھالی)

سینیٹر عبدالنبی بنگش: Welcome Mr. Chairman میں توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ گیس کا ایران کے ساتھ ہمارا معاہدہ بڑی بڑی طاقتوں کی مخالفت کے باوجود ہوا، کافی لوگوں نے سراہا، مجھے economy یا کسی اور چیز کا نہیں پتا کہ اندر کیا ہے لیکن میں ڈار صاحب کا excuse ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ موجودہ حکومت کو پہلے دیکھنا پڑے گا پھر اس کے بعد، یعنی ایک سال تک اس منصوبے پر ہمارا کام کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے جب پیسا ہی نہیں رکھا گیا، فنڈز ہی allocate نہیں ہوئے۔ کل نوید قمر صاحب نے اسمبلی کے floor پر کہا ہے کہ اگر ہم 2014 تک ایران سے گیس لینے میں ناکام رہے تو ہمیں اربوں ڈالر کا ہرجانہ دینا پڑے گا۔ یہ کیا بات ہوئی؟ اس کے تانے بانے کہاں ملتے ہیں، کون ہے جو ہمیں منع کر رہا ہے؟ ہم اپنے ہمسایوں کے ساتھ اتنا بڑا رسک لے کر، سالہا سال میٹنگیں کرنے کے بعد ایک معاہدے پر پہنچتے ہیں اور کسی بڑی طاقت کے اشارے پر ہم سبوتاژ کر دیتے ہیں۔ کیا ہم یہاں پر بچے بیٹھے ہوئے ہیں، طفل مکتب بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ بات نہیں چلے گی، ہمیں صاف بتایا جائے کہ ایران گیس کے لیے موجودہ حکومت کے کیا ارادے ہیں۔ آیا یہ اربوں ڈالر ہرجانے کے ساتھ ساتھ ایران جیسے ہمسایہ ملک کے ساتھ تعلقات بھی خراب کریں گے۔ جو حکومت سے حکومت agreement ہوا ہے، کسی private limited company نے نہیں کیا، Government to Government agreement ہوا ہے، اس سے فرق نہیں پڑتا کہ کل پرویز اشرف صاحب تھے، آج نواز شریف صاحب ہیں، نہیں، دو ملکوں کا نام ہے، پاکستان اور ایران، جن کے برادرانہ تعلقات بھی ہیں، ہمسایہ ملک بھی ہیں اور ایک legal document آپ نے بڑی ذمہ داری کے ساتھ sign کیا ہے بلکہ اس پر کام شروع ہو چکا ہے اس کا بھی اس ایوان کو بتایا جائے۔

جناب والا! میں ایک بہت sensitive issue کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ جناب چیئرمین! اسی سیٹ پر میں نے ایک دفعہ ڈار صاحب کو غصے میں بولتے ہوئے سنا ہے جب FBR نے میڈیا کو پارلیمنٹیرینز کے گوشوارے دکھائے تھے، leak out کیے تھے تو وہ کہتے ہیں کہ FBR کون ہوتا ہے، الیکشن کمیشن دے سکتا ہے، آج یہ FBR کو account holder کا چوکیدار بنا رہے ہیں۔ اس ملک کا track record اور بدقسمتی یہ ہے کہ ہر چوری میں اور ہر بدامنی میں چوکیدار بذات خود شامل ہوتا ہے۔ لہذا اس کی کیا گارنٹی ہے کہ اس وقت جو law and order کی situation ہے، جو

looting ہے، جو بھتہ خوری ہے، اگر آپ کا پیسا، جن کے پلازے ہیں، کاروبار ہیں، کارخانہ دار ہیں اور جو سکرین پر آئے ہوئے ہیں ان کو تو روز پرچیاں دی جاتی ہیں کہ اتنے پیسے دے دو نہیں تو اٹھا لیے جاؤ گے۔ FBR کے بابو کی کیا گارنٹی ہے کہ وہ آپ کے اور ہمارے account کی پوری لسٹ ان بھتہ خوروں اور ڈاکوؤں کے ہاتھ نہیں بیچیں گے۔ ان کو نہیں بتائیں گے کہ بنگش صاحب کے account میں ایک کروڑ روپیہ ہے، جو چیزیں سیکرٹ تھیں وہ secrecy بھی آپ ہم سے چھین رہے ہیں۔ جناب والا! یہ انتہائی غلط اقدام ہوگا۔ آپ tax network کو بڑھائیں، جو ٹیکس چور ہیں ان کو پکڑیں، لوگوں کی آزادی سلب نہ کریں۔ ملک میں جو law and order situation ہے، جو looting ہے، جو ڈاکے ہیں، آپ اس میں مزید اضافہ نہ کریں۔ میری راجہ صاحب سے گزارش ہے کہ اس چیز کو واپس لیا جائے۔ اس سے ملک کو کچھ نہیں ملنے والا لیکن جو account holder ہے اس کی جان و مال کو خطرہ ہے، اس کی secrecy بھی out ہوتی ہے، میرا نہیں خیال کہ اس سے سٹیٹ کو کوئی فائدہ پہنچے گا۔ جناب والا! میں چاہتا ہوں کہ آپ اچھے لوگ لے آئیں، اچھا سسٹم لے آئیں، network کو بڑھائیں، لوگوں سے ٹیکس لے لیں۔ آپ کے پاس بتیس ہزار کے قریب لوگ ہیں ان پر اندھا دھند ٹیکس لگا دو لیکن GST 1% کی پختونخوا سے رعایت واپس لینا، ایران سے گیس معاہدے کے لیے پیسے نہ رکھنا اور FBR کے بابوؤں کو ہمارے اکاونٹ کا چوکیدار بنانا، ان چاروں چیزوں پر مجھے اور میرے خیال میں دوسرے جو ساتھی ہیں ان کی بھی observations ہیں۔ میری گزارش ہو گی کہ ان کو پلیز واپس لے لیں۔ میں آخر میں اتنا کہوں گا کہ پوری کابینہ میں ایک بھی پختون شامل ہوتا تو شاید وہ فاٹا اور پختونخوا کا ٹیکس رکوا لیتا۔ صرف دو اضلاع تک محدود کابینہ ہے، یہ ایک بڑی پارٹی کی سوچ ہے، میں سمجھتا ہوں کہ میاں محمد نواز شریف ایک بڑا لیڈر ہے اور اس نے حالات سے کافی سیکھا ہے، اس کا بڑا vision ہے، اس کا بڑا دل گردہ ہے اور توقع رکھتا ہوں کہ وہ بہتر فیصلہ کریں گے۔ غالباً PML(N) نے یہ سوچا ہے کہ وزراء GT road کے قریب کے ہوں تا کہ workers کو آنے جانے میں تکلیف نہ ہو otherwise تیرہ وفاقی وزراء ضلع گوجرنوالہ اور ضلع لاہور سے ہیں اور باقی بھی آس پاس کے ہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بنگش صاحب، conclude کر لیں۔

سینیٹر عبدالنبی بنگش: میں conclude کر رہا ہوں، آپ کا چہرہ دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا تھا۔ میں یہ سمجھا کہ جب سے آپ تشریف فرما ہوئے ہیں، میرے پندرہ منٹ اس وقت سے شروع

ہوئے ہیں۔ میرا اللہ گواہ ہے کہ ہماری دعائیں، نیک تمنائیں، موجودہ حکومت چاہے وہ مرکزی ہو یا چاروں صوبائی حکومتیں ہوں، ان کے ساتھ ہیں۔ ہمیں تو اپنے بچے کے لیے شفا چاہیے، وہ چاہے ڈاکٹر سے ہو، حکیم سے ہو یا کسی پیر فقیر کی دعا سے ہو۔ ہمیں اپنے ملک میں امن اور سکون چاہیے۔ ہمیں load shedding سے نجات چاہیے۔ یہاں جو law and order situation and economy کا حال ہے، اس کے لیے ہم positively ہمیشہ آپ کا ساتھ دیں گے لیکن جو negative چیزیں ہوں گی، ان کی نشان دہی ضرور کریں گے۔ بہت شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بہت شکریہ۔ بیگم نجمہ حمید صاحبہ۔ آغا صاحب۔

سینیٹر کامل علی آغا: موسم بدلا، رت بدلی اور خواہشات بھی بدل گئی ہیں۔ راجہ ظفر الحق صاحب جن کا مجھے بہت احترام ہے، ہمارے بزرگ ہیں، مشاہد اللہ صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ لوگ تقاریر کر رہے ہیں اور اچھے ماحول میں تجاویز بھی دے رہے ہیں مگر افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ ان تجاویز کا کیا فائدہ جب کہ ان تقاریر کے notes لینے کے لیے اس House میں ایک کلرک اور ایک وزیر بھی موجود نہیں ہے۔ Treasury benches پر چند سرکاری ممبران موجود ہیں، ان کی مہربانی ہے کہ وہ حوصلے سے بیٹھے ہوئے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس ایوان کی توہین ہے کہ ممبران بجٹ پر تجاویز دے رہے ہیں اور ان کے notes لینے والا کوئی فرد یہاں موجود نہیں ہے، اس کا notice لیں۔ میں سمجھتا ہوں جب تک وزراء یہاں تشریف نہیں لاتے اور یہاں پر secretaries نہیں آتے، House کو اس وقت تک adjourn کر دیا جائے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: قائد ایوان راجہ ظفر الحق صاحب جواب دے رہے ہیں۔

سینیٹر کامل علی آغا: میں ایک point پر یہ بھی کہوں گا کہ یہ Treasury benches والے جب یہاں بیٹھتے تھے تو وہ دس مرتبہ اس issue پر walk-out کر چکے ہیں۔ ہم ماحول خراب نہیں کرتے لیکن یہ خیال کریں کہ یہاں پر ممبران گھنٹوں بول رہے ہیں اور میں کوئی دوسرا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہتا، ان کے سر پر جوں تک نہیں رینگ رہی۔ یہاں کوئی سننے اور لکھنے والا نہیں ہے۔

(اس موقع پر ایوان میں اذان نماز ظہر سنائی دی)

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جناب چیئرمین! میں اس بات کا قائل ہوں کہ اپوزیشن کو زیادہ موقع ملنا چاہیے تا کہ اگر کوئی debate اور legislation ہو تو وہ اس پر اظہار خیال کر سکے لیکن اس کی بھی کچھ limits ہیں۔شاید معلومات کی کمی کی وجہ سے ایک مرتبہ پہلے بھی یہ سوال اٹھا تھا کہ وہاں notes لینے والا کوئی کلرک بھی ہے یا نہیں ہے۔ صبح سے لے کر اس وقت تک دو ڈپٹی سیکریٹری موجود ہیں اور جب تک session چلتا رہے گا وہ آخر وقت تک مسلسل notes لیتے رہیں گے۔ اس کے علاوہ simultaneously آپ کو پتا ہے کہ procedure کے مطابق time limit رکھی گئی کہ اگر لوگ تجاویز دینا چاہیں تو وہ Finance Committee میں اپنی تجاویز جمع کروائیں۔ میرے محترم بھائی رضا ربانی صاحب نے کہا کہ اس کا وقت بارہ بجے ختم ہو رہا ہے اس کو extend کر دیا جائے تو میں نے اس سے اتفاق کیا کہ دو گھنٹے مزید بڑھا دیں تا کہ جن لوگوں نے ابھی تک تجاویز جمع نہیں کروائیں، وہ بھی کروا سکیں۔ وہ Committee مسلسل session میں ہے۔ یہ دونوں چیزیں بیک وقت چل رہی ہیں تا کہ بالخصوص اپوزیشن کو یہ موقع ملے کہ وہ اپنی تجاویز دے سکے، discussion میں حصہ لے سکے اور تنقید کر سکے۔ جیسا کہ میں نے پہلے گزارش کی اس میں Government side or Treasury benches کو زیادہ restraint دکھانے کی ضرورت ہے۔ اگر کسی کی تھوڑی بہت آواز اونچی نکل گئی یا اس نے کوئی ایسا معاملہ کر دیا، تو بھی ان کو برداشت کرنا چاہیے لیکن اگر معلومات نہ ہوں تو پھر دقت ہو جاتی ہے۔

(اس موقع پر ڈپٹی چیئرمین جناب صابر علی بلوچ نے کرسئی صدارت سنبھالی)

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: مثال کے طور پر کل اسی بنا پر walk-out بھی ہوا کہ کیا بات ہے کہ تھوڑے عرصے کے بعد OGRA قیمتیں بڑھا یا تبدیل کر رہا ہے حالانکہ یہ ماسوائے پارلیمنٹ کے کوئی اور نہیں کر سکتا۔

جناب چیئرمین! آپ کو یاد ہو گا کہ یہ معاملہ اس سے پہلے بھی اٹھتا رہا ہے اور جو پچھلی حکومت کے ایڈوائزر تھے قدرتی وسائل و پٹرولیم کے انہوں نے یہاں کھڑے ہو کر یہ کہا تھا کہ اوگرا ایک independent body ہے اور ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ ہم اس کو روک نہیں سکتے۔ ہم نے اس کو تسلیم نہیں کیا تھا لیکن اب وہاں جا کر یہ کیفیت بالکل بدل جائے اور یہ کہا جائے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے یہ کوئی حکومت ہے یا کوئی راجواڑا ہے کہ ایک دفعہ ٹیکس لگایا جاتا ہے دوسری دفعہ withdraw کر لیا جاتا

ہے۔ میں نے آج صبح ریکارڈ منگوایا جس کو میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں کہ یکم جنوری 2012 سے لے کر 22 جنوری 2013 تک 23 مرتبہ قیمتوں میں تبدیلی کی گئی ہے۔ اکثر اوقات تو بڑھائی ہی گئی ہیں۔ پہلے ایک ایک مہینے کے بعد ہوتی تھی، پھر ایک ایک ہفتے کے بعد شروع ہو گئی، پھر ایک ہفتے کے اندر بھی دو دو تین تین دفعہ یہ تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ یہ سارا ریکارڈ میں لایا ہوں اور اسی غلط فہمی کی بنا پر کہ ایسا کیوں ہوا ہے یہ تو پارلیمنٹ کا کام تھا، او جی ڈی سی نے ایسا کیوں کر دیا ہے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ پہلے معلومات حاصل کر لینی چاہییں اس کے بعد آپ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ کوئی مسئلہ ایسا ہو جس پر آپ واک آؤٹ کریں تو بے شک کریں۔ اگر کوئی معقول وجہ نہیں بھی ہے اور آپ نے یہ فیصلہ کیا ہوا ہے کہ آج کچھ نہ کچھ ضرور کرنا ہے اور آپ واک آؤٹ کرتے ہیں اس کے باوجود ہم اس کو برداشت کریں گے۔ ہم احترام کے طور پر وہاں جا کر آپ کو واپس بھی لائے ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کا یہ حق ہے، آپ اس بارے میں بات کریں لیکن پہلے معلومات لے لیا کریں تا کہ یہ سبکی اور جگ ہنسائی نہ ہو۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی کامل علی آغا صاحب۔

سینیٹر کامل علی آغا: مجھے راجہ صاحب کی بہت respect ہے لیکن اس معاملے میں بھی جو انہوں نے وضاحت دی یہ میرا اعتراض نہیں تھا۔ میرا اعتراض تھا کہ اس ہاؤس کے اندر کوئی ذمہ دار شخص موجود نہیں ہے جو ان تقاریر کو سنے، نوٹس لے اور حکومت کی طرف سے ان کی تجاویز پر کوئی جواب دے۔ یہاں پر نہیں ہے اگر کوئی ڈپٹی سیکرٹری ان کو نظر آ رہا ہے تو مجھے نظر نہیں آ رہا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: یہ بات تو کل ہوئی تھی۔ میرے خیال میں راجہ صاحب نے صحیح فرمایا ہے۔ جی۔

سینیٹر کامل علی آغا: کل جو بات ہوئی تھی، اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن کل جو بات ہوئی تھی اس کے متعلق بھی میں راجہ صاحب کو یہ گزارش کروں گا، مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ ان کی بزرگی کا بھی حکومت احترام نہیں کر رہی ہے۔ ان کو بیوروکریسی غلط معلومات دے رہی ہے۔ جو 23 مرتبہ قیمتیں بڑھائی گئیں وہ اوگرا نے اس لیے بڑھائیں کہ پیچھے سے تیل کی قیمت کم ہوتی تھی یا بڑھتی تھی وہ یہ جواز دیتے تھے۔ یہ جو قیمتیں بڑھائی گئی ہیں، جو کل اعتراض کیا گیا اور شاید کل واک آؤٹ بھی ہوا وہ اعتراض یہ تھا کہ سیلز ٹیکس بارہ تاریخ کو بجٹ پیش ہوتا ہے تیرہ کو لاگو کر دیا جاتا ہے۔ یہ proposed

budget ہے۔ بجٹ کے اندر ابھی proposals ہیں اس پارلیمنٹ نے اس کو منظور نہیں کیا لیکن وہ لاگو کردیا گیا۔ مجھے بتائیں کہ کیا 23 مرتبہ سیلز ٹیکس اس ملک کے اندر یا دنیا کے کسی ملک کے اندر proposed budget میں لاگو کردیا جائے یہ کتنے واقعات ہوئے ہیں۔ اس کا جواب پیچھے سے لیں اور ہمیں اس کا جواب دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: راجہ صاحب! آپ سمجھ گئے ہیں وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ جی آغا صاحب۔

سینیٹر کامل علی آغا: جناب چیئرمین !دوسری بات جو دو فیصد مزید بڑھایا وہ unregistered pumps کی وجہ سے بڑھایا جو pumps 90% ہیں وہ اس ملک میں unregistered ہیں یہ بھی ہمیں اب پتا چلا ہے۔ اگر حکومت کو پتا چل گیا ہے تو وہ دو فیصد مزید ٹیکس لگانے کی بجائے ان کو registered کرلیتے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ راجہ صاحب کی بزرگی کا بھی حکومت خیال نہیں کر رہی اور بیوروکریسی ان کو بھی misguide کر رہی ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: راجہ صاحب! سعید غنی صاحب کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ دونوں کا اکٹھے ہی جواب دے دیں۔ جی۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: کوئی mix up نہ ہوجائے۔

سینیٹر سعید غنی: میں اسی حوالے سے بات کر رہا تھا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میں وہی کہہ رہا ہوں کہ پھر دونوں کا اکٹھا جواب آجائے۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جناب چیئرمین! دونوں کا جواب mix up ہوجائے گا۔ شاید ضرورت ہو یا نہ ہو۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی .please

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جناب چیئرمین! آغا صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ کیا کوئی ایسا سلسلہ ہے کہ اس سے پہلے بجٹ تجاویز فوری طور پر نافذالعمل ہو گئی ہوں۔ جناب کو یاد ہوگا کہ پرسوں یہ

point بھی اٹھا تھا اور اس کے اوپر جب یہ کہا گیا کہ یہ معاملہ Privileges Committee کو بھیجا جائے تو ڈار صاحب نے یہاں کھڑے ہو کر کہا تھا کہ یہ کوئی پہلی دفعہ نہیں ہوا۔ پچھلے جو پانچ بجٹ ہیں ان کے دور کے ان پانچوں بجٹ میں ان ہی تجاویز کے اوپر عمل درآمد شروع ہو گیا تھا جس وقت وہ announce ہوئے تھے اگر آپ ایک دفعہ privilege motion پیش کریں گے تو ہم پانچ دفعہ اس کے جواب میں privilege motion داخل کرائیں گے۔ اس لیے یہ معاملہ ایسا نہیں ہے کہ یہ کوئی پہلی دفعہ ہوا ہے۔ یہ پہلے بھی پانچ دفعہ ہوا تھا۔ اس لیے کوئی آدمی اس سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ جی سعید غنی صاحب۔

سینیٹر سعید غنی: میں انتہائی ادب سے کہوں گا، راجہ صاحب بہت ہی senior parliamentarian ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ سینیٹ میں 30 ,25 سال سے موجود ہیں۔ آپ دیکھیں کل جو walk-out ہوا، mix up ہوا کہ پچھلے ایک سال میں 23 ,22 مرتبہ petrol کی قیمتوں میں رد وبدل ہوا ہے، انتہائی غلط بات ہے جس طرح آغا صاحب نے کہا کہ جب بین الاقوامی market میں قیمتیں اوپر نیچے ہوتی ہیں تو ہمارا ایک mechanism ہے کہ ان قیمتوں کا reflection آجاتا ہے جو آپ کے ہاں تبدیلیاں ہوتی ہیں، ان میں آجاتا ہے۔ ہمارا کل کا جو walk-out تھا، وہ بنیادی طور پر اس بات پر تھا کہ آپ نے پہلے تو یہ اعلان کیا کہ ہم نے 16% GST سے 17% کر دیا ہے، آپ نے اس کو فوری طور پر نافذ کر دیا جس کا Supreme Court نے بھی suo motu action لیا ہے۔ جناب! اس کے بعد اگلے دن یہ ہوا کہ جو بجٹ میں ایک اور تجویز تھی کہ جو کمپنیاں GST registered نہیں ہیں، ان سے 2% extra sales tax لیا جائے گا، اب جو petrol pumps GST میں registered نہیں ہیں، اس کے بجائے کہ دو فیصد ٹیکس وہ دیتے، انہوں نے عام لوگوں پر directly shift کر دیا اور petrol کی قیمتوں میں مزید دو فیصد اضافہ کر دیا۔ چلیں اضافہ بھی ہو گیا لیکن اس کے فوری بعد جب یہ چیزیں بھی highlight ہوتی ہیں، لوگ اس پر شور مچاتے ہیں تو حکومت اسی رات کو یا اگلے دن صبح صبح اس چیز کو پھر withdraw بھی کر لیتی ہے اور یہ کہتی ہے کہ ہم ان کو وقت دیتے ہیں کہ یہ اپنے آپ کو register کرا لیں۔ آپ دیکھیں، ہم نے اس کی نشان دہی اپنی بجٹ تجاویز میں بھی کی ہے کہ بجائے اس کے کہ آپ GST کے مختلف rates لگائیں، آپ لازم کر دیں کہ یہ یہ ادارے ہیں جن کی GST میں registration لازمی ہے، mandatory کر دیں۔ آپ کے petrol کی قیمت کا issue

take up ہوا، آپ نے petrol pump سے بات کر لی لیکن میں نے یہ بات کل بھی کی کہ جو لوگ اور کاروبار کر رہے ہیں، کوئی صابن بیچ رہا ہے، کوئی چائے بیچ رہا ہے، کوئی دودھ بیچ رہا ہے، وہ 17% کے بجائے 19% لے رہے ہیں، اس کا کیا relief ہے، اس کا کوئی relief نہیں ہے، اس پر لوگ 19% دے رہے ہیں۔

میری دوسری گزارش یہ ہے کہ یہاں پر یہ بات بار بار اٹھائی گئی کہ جناب! پچھلی دفعہ یہ ہوا، پانچ سال سے ہو رہا ہے، تیس سال سے ہو رہا ہے، 1931 کے کسی act کا حوالہ دیا جا رہا ہے۔ جناب چیئرمین! میں نے یہ مثال یہاں پہلے بھی رکھی تھی کہ ہمارے آئین میں 1973 سے درج ہے کہ کوئی dual national اس Parliament کا member نہیں بن سکتا لیکن 1973 سے لے کر 2011 and 2012 تک لوگ members بنتے رہے کیونکہ یہ issue take up نہیں ہوا تھا کسی نے اس پر بات نہیں کی تھی تو لوگ بنتے رہے، کوئی بات نہیں ہوئی۔ جب Supreme Court میں یہ مسئلہ گیا، ایک judgement آ گئی کہ آپ member نہیں بن سکتے تو ان لوگوں کی membership ختم کی گئی اور جو جو مراعات انہوں نے لی تھیں، وہ سارے پیسے ان سے واپس لئے گئے۔ اسی طرح آئین کا Article-77 کسی نے آج یا کل اٹھا کر point out کر دیا کہ جناب! اس میں یہ چیز واضح طور پر لکھی ہے۔ OGRA نے ایک سال میں قیمتیں بڑھائی ہیں، اس کا آئین میں تذکرہ نہیں ہے کہ وہ نہیں کر سکتی لیکن Article-77 یہ کہتا ہے کہ no tax shall be levied for the purpose of Federation except by or under the authority of Act of the Parliament آپ کر ہی نہیں سکتے۔ اگر 1931 کا ایکٹ کہتا ہے کہتا رہے آپ کو دس ہزار اور قانون کہتے رہیں لیکن اگر آئین کا کوئی آرٹیکل آپ کے اوپر پابندی لگاتا ہے کہ آپ نہیں کر سکتے تو پھر پچھلی غلطیوں کے پیچھے چھپنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ میں ابھی بھی کہتا ہوں کہ سپریم کورٹ جو مرضی ہے کہہ دے۔ وہ مالک ہے لیکن جو ایک فیصد GST extra لیا جا رہا ہے، یہ آئین پاکستان کی خلاف ورزی کی جا رہی ہے، اگر کوئی اس پر اپنے آپ کو justify کرتا ہے تو یہ ان کی مرضی ہے لیکن بہر حال آئین کی violation ہو رہی ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: راجہ صاحب! آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جناب چیئرمین! بات یہ ہے کہ point of order پر بجٹ پر بحث نہیں ہو سکتی، جس نے جو بات کرنی ہے وہ کرے۔ ایک طریقہ کار بنا ہوا ہے، بجٹ پر

تقریر کریں، اس کے مطابق چلیں، ان کی جو تجاویز ہیں، وہ سر آنکھوں پر، وہ غور وفکر کے بعد اسمبلی کو بھیج دی جائیں گی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: بیگم نجمہ حمید صاحبہ۔

سینیٹر بیگم نجمہ حمید: جناب چیئرمین! شکریہ۔ میں وزیر خزانہ صاحب کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ موجود حکومت کا مشکل ترین حالات میں ممکن ترین بجٹ قابل تعریف اقدام ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عوام کو relief کیسے مل سکتا ہے تو یقیناً ٹیکس لگائے بغیر کوئی relief غریبوں کو نہیں مل سکتا اور نہ ہی ہماری حکومت آگے چل سکتی ہے۔ تاریخ میں پہلی بار امیروں پر بھی ٹیکس لگایا گیا ہے جو کہ ایک بہت اچھا اقدام ہے، اسے جاری رہنا چاہیے۔ 47ارب کا جو secret fund تھا وہ ختم کر دیا گیا ہے، وزاتوں کی تعداد کم کی گئی ہے، حکومتی اخراجات میں 40% کمی کی گئی ہے، یہ بہت اچھا اقدام ہے۔ جن سکولوں پر ٹیکس لگایا ہے، اس پیسے کو ان سرکاری سکولوں پر لگایا جائے جن کی حالت بہت خراب ہے، جہاں پر غریبوں کے بچے پڑھتے ہیں۔ ان سکولوں کا standard ان ہی سکولوں کے برابر کر دیا جائے جہاں سے ٹیکس وصول کیا جائے گا۔ پہلے تو لوگ گورنمنٹ کے ہی سکولوں میں پڑھتے تھے، اب تو پرائیویٹ سکولوں میں 20 ,20ہزار بچوں کی فیس ہے اور لاکھ لاکھ روپیہ نرسری کی admission fee ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس ٹیکس کو گورنمنٹ کے education کے اداروں میں ہی استعمال کیا جائے تاکہ ان کی کارکردگی بہتر ہو۔ موجود حکومت نے جو laptop scheme شروع کی ہے، یہ اچھی اسکیم ہے، اس سے نوجوانوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ بچے jobs کے لیے باہر جاتے ہیں، انہیں laptop کی بہت ضرورت ہے جو کہ ان کی تعلیم میں مددگار ثابت ہوگا۔

پچھلی حکومت کا غریب خواتین کے لیے بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام بہت اچھا اقدام تھا کہ اس سے غریب لوگوں کی امداد کی جاتی رہی ہم اس بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے حق میں تھے اور اسے آگے لے کر چلیں گے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم نے موٹروے بنائی تو آپ کی پارٹی نے بہت اختلاف کیا، ہر روز بیان آتا تھا کہ میاں صاحب لاہور آتے جاتے ہیں اس لیے یہ موٹروے انہوں نے اپنے لیے بنائی ہے لیکن آج پوری قوم میاں صاحب کو دعائیں دے رہی ہے۔ ہم تنقید برائے تنقید نہیں کرتے۔ اگر آپ کی کوئی چیز اچھی ہے تو ہم اسے appreciate کرتے ہیں لیکن آپ کو بھی چاہیے کہ جو

ہماری بات صحیح اور اصول کے مطابق ہوا سے appreciate کیا کریں۔ میرے خیال میں خواتین کے health card اور راشن کارڈ جیسی اسکیموں کو بھی شامل کر لیا جائے تو اس سے غریب عورتوں کو مزید فائدہ ہو گا۔ ایک اور اچھی بات وزیر خزانہ صاحب نے کی ہے کہ پہلی مرتبہ 50% عورتوں کا بھی حق رکھا گیا ہے، پہلے بے چاری عورتیں ہمیشہ نظر انداز ہوتی رہی ہیں۔

Public transport کا نظام کافی حد تک بہتر ہوا ہے لیکن یہ خاطر خواہ نہیں ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اسلام آباد میں میٹرو بس کا سلسلہ شروع ہونا چاہیے جس کا کہ ذکر ہوا ہے، یہ بہت اچھا اقدام ہو گا۔ پہلے یہاں اسلام آباد میں ریلوے کا نظام propose کیا گیا تھا لیکن CDA نے اسے ختم کر دیا جبکہ کچھ stations بھی بنے ہوئے ہیں۔ پہلے میٹرو بس چلائی جائے اور پھر ریلوے کا نظام بھی ہو جائے تو لوگوں کو بہت سہولت ہو جائے گی کیونکہ یہاں 60% لوگ باہر سے اسلام آباد میں آتے ہیں اور transportation کی بہت مشکلات ہیں۔

زکوٰۃ میں غربا مساکین کا حق رکھا گیا ہے، یہ بہت اچھا اقدام ہے۔ عموماً رمضان شریف میں امراز کوٰۃ دیتے ہیں، وہ اپنے ہاتھ سے زکوٰۃ دینے کے لیے accounts سے ایک دو دن پہلے پیسے نکال لیتے ہیں۔ میرے خیال میں جو زکوٰۃ وہاں کٹ جاتی ہے وہ بھی غریبوں کے کام آتی ہے۔ موجودہ حکومت نے تنخواہوں اور پنشن میں 10 فیصد اضافہ کیا ہے۔ یہ اچھا اقدام ہے لیکن پنشن کم سے کم پانچ ہزار کر دی ہے جس سے چھوٹے ملازمین کو فائدہ ہو گا۔

بلوچستان میں جو حادثہ ہوا ہے اس پر ہم سب کو دکھ ہے، یہ جماعتوں کی بات نہیں ہے، یہ پورے پاکستان کی بات ہے۔ وہ ہماری پاکستانی اور مسلمان بچیاں تھیں۔ ہم ان کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہیں۔ ہم ان کے گھروں میں جانے کا بھی پروگرام بنا رہے ہیں تاکہ ان کا دکھ درد بانٹا جا سکے۔ خیبر پختونخوا میں بھی جو حادثہ ہوا ہے اس پر بھی ہمیں دکھ ہے، ہم ان کے ساتھ ہیں۔ ہم بلوچستان اور پشاور جا کر ان کا دکھ بانٹیں گے۔

میں ایک بات کہنا چاہتی ہوں کہ ہماری شاہ خرچیاں اتنی زیادہ تھیں کہ ہم اربوں کے قرضے لیتے رہے اور نوٹ بھی چھاپتے رہے۔ میں وزیر خزانہ صاحب کو مبارکباد دیتی ہوں کہ انہوں نے اخراجات کم کیے ہیں۔ اگر پہلے ہی کم کر لیے جاتے تو بہت اچھا ہوتا، ان کے پاس نوٹ چھاپنے کی مشین تھی۔ میں

ایک عورت ہونے کے ناتے اپنے گھر کا اندازہ لگاسکتی ہوں کہ میرے گھر کا خرچا کتنا ہے، اگر میں قرض لیتی رہوں گی تو ایک دن گھر بھی بیچ دوں گی۔ یہ بے تحاشا loan لیتے رہے ہیں اور نوٹ بھی چھاپتے رہے ہیں۔ ہم کب تک قرضے ادا کرتے رہیں گے۔ خدا کے لیے اس ملک کو بچائیں، آدھا پاکستان رہ گیا ہے۔ بلوچستان اور خیبر پختونخوا کے حالات ٹھیک کریں، پنجاب میں اللہ کا شکر ہے حالات ٹھیک ہیں۔ جہاں پر حالات خراب ہیں وہاں پر حکومت کو بہت زیادہ توجہ دینی چاہیے، اسی وجہ سے ہمارا آدھا پاکستان چلا گیا ہے، ہم یہ نہیں چاہتے کہ بلوچستان یا خیبر پختونخوا الگ ہو۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ پاکستان ہمیشہ مکمل رہے، شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی رحمٰن ملک صاحب۔ ملک صاحب ! آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

جی۔

سینیٹر اے رحمٰن ملک: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی توجہ اور اس ایوان کی توجہ اس چیز پر دلانا چاہتا ہوں کہ اس وقت ایک نئی wave of terrorism آئی ہے جس میں focus بلوچستان اور خیبر پختونخوا صوبے اور ان کے علاوہ کراچی ہے۔ یہ جو کل واقعہ ہوا ہے جس میں ہمارے ایک parliamentarian شہید ہوئے ہیں اور بہت ساری شہادتیں ہوئی ہیں اس کی کوئی بھی investigation اگر ہے تو اپوزیشن کے ساتھ share کی جائے اور میں وہی پہلے والی بات دہراؤں گا کہ یہ وہ وقت ہے کہ جس میں ہم نے blame game نہیں کرنی بلکہ بیٹھ کر کوئی حل نکالنا ہے۔آخر وہ کون سے elements ہیں جو یہ حکومت آتے ہی متحرک ہو گئے۔ ان کو analyze کرنا ، ان کے خلاف action لینا ہے، ہمیں اس کے لیے کوئی نہ کوئی حکمت عملی بنانی پڑے گی۔دوسری میری حکومت سے request ہو گی کہ اگر وہ اس کو اپوزیشن کے ساتھ share کرلیں تو ہم شاید اس میں بطور اپوزیشن کوئی input دے سکیں۔

دوسرا ایک point تھا جس کے لیے میں نے point of order کی بجائے اپنا calling attention notice دیا تھا کہ at the last year of our Government ہم نے ایک software کے لیے بات کی تھی وہ سارا anti religious material filter کرنے کے لیے تھا، اس کی قیمت بھی طے تھی اور funds available بھی ہیں لیکن ابھی تک اس کا مجھے جواب نہیں ملا

کہ You Tube کب کھولی جائے گی اور وہ filter کب لگایا جائے گا کیونکہ اس میں youth اور students کے لیے بہت مسئلہ ہے تو میری یہ request ہو گی کہ وہ ہمارے ساتھ share کیا جائے۔ میری request ہو گی جو بھی honourable Minister concerned ہیں اس کی تفصیل بتائیں کہ کیا ہم وہ software لے بھی رہے ہیں کہ نہیں and what progress has been made to get that filter to Pakistan, actually جہاں سے یہ ساری traffic آتی ہے۔ مجھے اتنا پتا ہے کہ چالیس سے پچاس ہزار تھے جو website links کے ساتھ تھے ان کو block کیا گیا تھا لیکن یہ وہ software ہے جس میں کسی لفظ کی command ہے جیسے گوگل استعمال کرتا ہے کہ جتنا بھی غلط مٹیریل ہے وہ نہیں آنے دیتے اور وہی چیز ہم لگا لیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ سارے مسلم ممالک نے لگائی ہوئی ہے اور سب جگہ You Tube کھلی ہوئی ہے سوائے ہمارے ہاں یا ایک آدھ کوئی اور ملک ہو تو اس میں بند ہے، جتنی جلدی ہو سکے public interest کے لیے ہمیں یہ کرنا چاہیے۔

Thank you Mr. Chairman.

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ راجہ صاحب! ملک صاحب کی جو proposals ہیں وہ چاہتے ہیں کہ آپ مل کر share کریں ایک دوسرے کے خیالات کو اور جو لائحہ عمل ہو وہ اپنایا جائے۔ جی۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جناب چیئرمین! مجھے عجیب لگا کہ جس حکومت کو آئے ہوئے دس دن ہوئے ہیں اس سے کہتے ہیں کہ ہم سے share کریں تا کہ ہم ان کو صحیح صحیح اور اچھی اچھی تجاویز دیں۔ یہ پانچ سال آپ نے کہاں گزارے ہیں۔ اگر آپ سنجیدگی سے کام کرتے، اگر آپ کوئی کارکردگی دکھاتے تو ملک کا یہ حشر ہوتا؟

جناب ڈپٹی چیئرمین: Any how جعفر اقبال صاحب! میری عرض سنیں۔ بات یہ ہے کہ ابھی speeches چل رہی ہیں۔ آپ اپنی تقریر میں بات کر لیں۔ جب یہ تقاریر ختم ہو جائیں گی پھر آپ کا point of order سن لیں گے۔ آپ کس چیز کے متعلق بات کر رہے ہیں۔

Senator Ch. Mohammad Jaffar Iqbal: It is related to business going on.

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی فرمایئے۔

سینیٹر چوہدری محمد جعفر اقبال: شکریہ جناب چیئرمین! میں صرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہوں گا۔ دیکھیں یہ Upper House ہے، پورے ملک کی نظریں اس سینیٹ پر ہیں۔ میں یہاں چند ماہ سے دیکھ رہا ہوں، مجھے آئے ہوئے بھی تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ یہاں لوگ آتے ہیں اور آکر point of order raise کرکے چلے جاتے ہیں، پورا ایوان تین، چار گھنٹے چلتا رہتا ہے اس کی کوئی پرواہ نہیں صرف اخباری خبر بنانے کے بعد چلے گئے کہ شام کو وہ خبر چلے۔ میں آپ کی توجہ rule 243 کی جانب دلاؤں گا جو point of order سے متعلق ہے اس کو آپ بھی دیکھ لیں اس کی شق سات ہے۔ ایوان کو ہم قواعد کے مطابق بھی چلائیں جو اس کا حق ہے۔ اس کی شق سات دیکھیں کہ a member shall not raise a point of order to ask for information. یعنی یہاں point of order پر اٹھ کر یہ کہا جاتا ہے کہ information یہاں فوری طور پر مہیا کردی جائے۔ یہ کتنی زیادتی کی بات ہے کہ rules follow نہیں کیے جاتے پھر یہ قواعد کس لیے بنائے گئے ہیں۔ میں اس پر قطعاً کچھ نہیں کہتا جو یہاں روایت ہے کہ points of order پر discussions بھی ہوتی ہیں، debates بھی ہوتی ہیں۔ بجٹ پر تقاریر ہو رہی ہیں، بجٹ زیر بحث ہے اور یہاں پر یہ ہو رہا ہے تو آپ اس پر اپنی ruling دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ صحیح فرما رہے ہیں۔ اب آپ خود اس کی violation کر رہے ہیں۔ ابھی تقریر شروع ہونے والی ہے۔ آپ کی بات صحیح ہے اب اس بات پر پابندی ہوگی۔ میں تمام ممبران سے درخواست کرتا ہوں کہ جعفر اقبال صاحب نے جو بات کی ہے اس کی پابندی کریں۔ جی ثریا امیر الدین صاحبہ۔

سینیٹر ثریا امیر الدین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خدا کا شکر ہے کہ میری باری آئی۔ کل سے مجھے کہا جا رہا ہے کہ آپ بولیں گی۔ سب سے پہلے تو جناب چیئرمین! میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا کہ میں بجٹ پر بات کروں۔ میں راجہ صاحب کو مبارک باد دینا چاہوں گی کہ وہ اس منصب پر فائز ہوئے۔ ہمیں بہت خوشی ہے کہ اتنے تجربہ کار، ماہر سیاستدان اس کرسی پر براجمان ہیں۔ ہم ہر قدم ان کے ساتھ ساتھ چلیں گے، ہمارا تعاون ان کے ساتھ رہے گا لیکن بجٹ پر بات کرنے

سے پہلے میں چند باتیں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتی ہوں۔ ہمارے بلوچستان میں جو آگ و خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے یہ انسانی حقوق کی پامالی ہے۔ یہ دہشت گردی ہے، یہ بربریت ہے، یہ سفاکیت ہے اور جان بوجھ کر بلوچستان کو تباہی کے راستے پر لایا جا رہا ہے۔ مجھے یاد ہے چند سال پہلے جب میں کوئٹہ آئی تھی، میں نے 1984 میں کوئٹہ میں سکونت اختیار کی تھی تو پورے پاکستان سے لوگ کوئٹہ آیا کرتے تھے کہ بہت ہی صحت افزا مقام ہے، یہاں پر شاپنگ مالز ہیں، یہاں پر باہر کی چیزیں بڑے سستے داموں مل جاتی ہیں لیکن اب وہی کوئٹہ ہے جہاں پر لوگ مغرب کی نماز سے پہلے پہلے گھروں میں دبک جاتے ہیں، عام اور خاص جو بھی ہیں وہ خوفزدہ ہیں کہ اگر ہم باہر نکلے تو ادھر سے گولی چلے گی ادھر سے دھماکا ہو گا، کچھ نہ کچھ ضرور ہو جائے گا۔ مائیں اپنے بچوں کو سکول بھیجنے سے گھبراتی ہیں۔ ابھی جو سانحہ ہوا ہے کہ یونیورسٹی کی بس کو اڑا دیا گیا جس میں معصوم بچیاں، غریب گھرانوں کی بچیاں تعلیم حاصل کرنے کے لیے جا رہی تھیں۔ وہ گھرانے جو مشکل سے یونیورسٹی کی فیس دے سکتے ہیں ان کی بچیاں اپنے گھرانوں کو سپورٹ کرنے کے لیے تعلیم حاصل کر رہی تھیں لیکن یہ کتنا دردناک واقعہ ہے کہ اس پوری بس کو اڑا دیا گیا اور ہماری بچیاں جل گئیں، ختم ہو گئیں اور جو ابھی زندہ باقی ہیں وہ کوئٹہ کے ہسپتال میں ہی ہیں۔ میں راجہ صاحب سے یہ درخواست کروں گی اور ان کی جماعت سے یہ درخواست کروں گی کہ جس طرح ہمارے پاکستان کی بچی ملالہ یوسفزئی کو میڈیکل کی سہولیات دی گئی تھیں، ہمارے بلوچستان کی بچیوں کو وہ سہولیات کیوں نہیں دی جا رہی ہیں اور وہ ابھی تک کیوں کوئٹہ کے ہسپتالوں میں پڑی ہیں۔ جس دن سے یہ حادثہ ہوا ہے، کوئٹہ کا بولان ہسپتال بند ہے۔ ویمن یونیورسٹی بند ہے لوگ بہت زیادہ ڈرے سہمے بیٹھے ہیں کہ پتا نہیں کس وقت کیا ہو جائے۔ یہ ساری حرکتیں انسانی حقوق کے خلاف ہیں۔ میں ان کی شدید مذمت کرتی ہوں۔ ہمارے بلوچستان اور ہمارے کوئٹہ شہر کو بچایا جائے، حکومت اس کی ذمہ داری لے کہ کوئٹہ میں امن و سکون ہو۔

میں دوسری بات یہ کہنا چاہوں گی کہ جو طالبات زخمی ہیں ان کو جلد از جلد کراچی کے بڑے ہسپتالوں میں منتقل کیا جائے، ان کے والدین کو سہولت دی جائے کہ وہ ان بچیوں کے ساتھ جائیں اور میڈیکل کی تمام سہولیات ان کو مہیا کی جائیں اور یہ ذمہ داری حکومت اپنے ذمے لے کیونکہ ان کے والدین کے پاس اتنا پیسا نہیں ہے کہ کراچی منتقل ہوں اور بچیوں کا علاج کرا سکیں۔ کوئٹہ کے ڈی سی او جس نے اپنی جان دوسروں کی جان بچاتے ہوئے قربان کر دی، ایسے سپوت صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں

اور میں آپ کی حکومت سے درخواست کروں گی کہ ان کو اعزاز سے نوازا جائے اور ان کے خاندان کی امداد کی جائے۔

ایک اور بات میں یہ کہنا چاہوں گی کہ وزیراعظم صاحب نے اپنا جو خطاب کیا اگر اس میں وہ ہماری لیڈر محترمہ بے نظیر بھٹو شہید کا نام لے لیتے تو ان کا قد اور بھی اونچا ہو جاتا۔ ہمارے دل میں ان کی عزت اور بڑھ جاتی۔ ویسے تو ہم نواز شریف صاحب کی بہت عزت کرتے ہیں لیکن اس دن ہمارے دل کو بہت دکھ ہوا، ہم غمزدہ ہوئے۔ ہم نے کہا ہماری اتنی بڑی لیڈر جس کو دنیا مانتی ہے، وہ صرف پاکستان کی نہیں بلکہ پوری دنیا کی لیڈر تھیں، وہ دوسری جگہ lecture دینے جایا کرتی تھیں، صرف پاکستانی ہی نہیں باقی دنیا والے بھی ان کی عزت کرتے تھے لیکن ہمارے نواز شریف صاحب نے ان کا نام لینا گوارا نہ کیا جس سے ہمیں بہت دکھ ہے اور ہمیں گلہ ہے کہ انہیں ہماری لیڈر کا نام ضرور لینا چاہیے تھا۔ ہماری لیڈر نے پاکستان میں جمہوریت قائم کی۔ یہ ان ہی کے طفیل ہے کہ ہمارے ملک میں جمہوریت آئی۔ ہم نے پاکستان میں پانچ سال پورے کیے۔ پاکستان میں پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ کسی حکومت نے اپنے پانچ سال پورے کیے ہیں۔

کہا گیا کہ جو پچھلی حکومت تھی، اس نے کچھ نہیں کیا، خزانہ خالی ملا، ہم کیا کریں تو ڈار صاحب کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جب ہماری حکومت تھی، ہمیں بھی خزانہ خالی ملا تھا لیکن اس کے باوجود ہم نے دو دو سیلابوں کا مقابلہ کیا، سیلابوں میں لوگوں کے گھر بہہ گئے، مویشی بہہ گئے، سازوسامان بہہ گیا اور وہ بڑی مشکلوں سے اپنی جانیں بچا کر کوئٹہ کی سڑکوں پر پڑے تھے۔ ہم نے ان کو امداد دی۔ ہم نے ان کے لیے کام کیا۔ ہم نے IDPs کے لیے کام کیا۔ ان کو سامان دے کر رخصت کیا۔ جب تک وہ یہاں اسلام آباد میں رہے، ہم نے ان کو کھانے پینے کی اشیا دیں، ان کو خیمے دیے، ان کے خیموں میں سکول کھولے گئے، ان کو میڈیکل کی امداد دی گئی۔ میں دعا کرتی ہوں کہ نواز شریف کی اس حکومت میں ایسے حالات پیدا نہ ہوں کہ وہ ہماری حکومت کو طعنہ دیں کہ پچھلی حکومت نے تو کچھ کیا ہی نہیں تھا۔ ہماری حکومت کے دور میں جتنے زیادہ حادثات ہوئے، جتنی زیادہ تکالیف ہم نے اٹھائیں، ان کے باوجود ہم نے بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام، خواتین کے لیے شروع کیا۔ میں پھر یہ کہوں گی کہ بے نظیر انکم سپورٹ کا نام، بے نظیر انکم سپورٹ ہی رہنے دیا جائے کیونکہ اس سے نہ صرف ہماری بی بی کا نام چلے گا بلکہ پاکستان کی وہ تمام غریب خواتین جن کے پاس دوا لینے کے پیسے نہیں ہیں، جن کے پاس راشن لینے کے پیسے نہیں

ہیں، ان کو جب یہ چھوٹی سی رقم ملے گی تو وہ اپنا علاج بھی کرا سکیں گی اور اپنے اوپر وہ پیسا خرچ کر سکیں گی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جب ایک عورت کے پاس پیسا آتا ہے تو فیملی میں اس کی عزت بڑھ جاتی ہے ورنہ جوان بیٹے، بہوئیں، بوڑھی ماؤں کو no lift کہہ دیتے ہیں کہ چلو بڑھیا ایک طرف پڑی رہے۔ ایک ہزار روپے کی رقم بھی جب اسے مل جائے گی تو اس کی فیملی میں ایک respect ہو گی، لوگ کہیں گے کہ چلو ان کے پاس بھی کچھ ہے اور یہ اپنا خرچہ پورا کر سکتی ہیں۔ میں راجہ صاحب سے کہوں گی کہ اس پروگرام کو بے نظیر کے نام سے ہی چلنے دیا جائے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: محترمہ! اسی نام پر چل رہا ہے۔ جب ڈار صاحب، فنانس منسٹر نے floor پر کہہ دیا تو وہ پالیسی ہے۔

سینیٹر ثریا امیر الدین: دوسری بات، میں اعلیٰ ظرفی کی ایک مثال دینا چاہتی ہوں۔ نواز شریف صاحب نے جو اب وزیرِ اعظم ہیں، ہمارے لیڈر آصف علی زرداری کی زبان کٹوائی لیکن اس کے باوجود جب ہمارے آصف علی زرداری صدر بنے، وہ لاہور گئے، نواز شریف سے بات کی اور انہوں نے کہا کہ نواز شریف میرے بڑے بھائی ہیں۔ اس شخص نے بڑے بھائی کا رتبہ دیا جس کی زبان کٹوائی گئی تھی۔ پھر انہوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے بچے اور نواز شریف کے بچے آئندہ ساتھ مل کر کام کریں، ملک و قوم کی خدمت کریں، اس سے پاکستان ترقی کرے گا اور ملک کے حالات بہتر ہوں گے۔

کہا گیا کہ پیپلز پارٹی fail ہو گئی ہے۔ جس دن اس نے charge لیا، اقتدار میں آئی، کہا جاتا رہا کہ بس دو دن میں چلی جائے گی، چار دن میں چلی جائے گی، دس دن میں چلی جائے گی لیکن ہمارے لیڈر جناب ذوالفقار علی بھٹو نے یہ پارٹی، غریبوں، کسانوں، ہاریوں، طلبا اور خواتین کے لیے بنائی تھی۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ غریب لوگ اس پارٹی میں شامل ہوں اور یہ پارٹی آگے بڑھے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: محترمہ! چونکہ چیئرمین صاحب آرہے ہیں، مجھے ایک بات کرنے دیں۔ خان صاحب! آپ کی زبان بندی کرنے سے honestly آپ کو بھی اور ہم سب کو بھی تکلیف ہے۔

[اس موقع پر جناب چیئرمین سینیٹ (سید نیر حسین بخاری) کرسیٔ صدارت پر تشریف فرما ہوئے]

سینیٹر ثریا امیر الدین: ہمارے لیڈر جناب ذوالفقار علی بھٹو نے پیپلز پارٹی کی بنیاد رکھی، وہ سیاست کو ڈرائینگ روم سے اٹھا کر سڑکوں پر لائے تھے، ان کو تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا لیکن خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔ تمام پاکستانیوں نے دیکھا کہ تختۂ دار پر لٹکانے والے کا انجام کیا ہوا، وہ کس طرح بے موت مارا گیا؟

جناب اسحاق ڈار صاحب! میں آپ کے خلاف نہیں، آپ کی پارٹی کے خلاف نہیں، ہم آپ کی عزت کرتے ہیں لیکن آپ نے کہا کہ جب ہمیں حکومت ملی تو خزانہ خالی تھا۔ میں آپ سے پوچھنا چاہوں گی کہ جب ہمیں حکومت ملی تھی تو کیا خزانے بھرے ہوئے تھے یا ہمارے پاس بہت کچھ تھا؟ نہیں، ایسا نہیں تھا۔ آپ سب کو، اس ایوان کو یاد ہوگا کہ جب ہمیں حکومت ملی تھی تو آٹے کا شدید بحران تھا۔ ایک تھیلی آٹا لینے کے لیے لوگ گھنٹوں لائنوں میں کھڑے رہتے تھے اور پولیس کی لاٹھیاں کھاتے تھے لیکن جب ہم نے حکومت چھوڑی ہے تو پاکستان میں گندم کی فراوانی ہے، ہم دوسرے ملکوں میں بھی بھیج رہے ہیں۔

میں کوئی ماہرِ معاشیات تو نہیں لیکن میں یہ بات کہنا چاہوں گی کہ بجٹ تقریر ہوتے ہی، آپ کسی بھی مارکیٹ اور بازار میں چلے جائیں، روزمرہ اور کھانے پینے کی اشیا جیسے سبزی، گوشت اور دوسری روزمرہ استعمال کی اشیا ہیں، ان کی قیمتیں آسمان سے باتیں کررہی ہیں۔ غریب عوام کو لوٹا جارہا ہے۔ وہ عوام جن کے پاس دو وقت کی روٹی کھانے کے لیے نہیں، اب وہ اس بات پر مجبور ہوگئے ہیں کہ دن میں ایک ہی مرتبہ کھانا کھائیں۔

آپ کے بجٹ میں چند اچھی باتیں بھی ہیں جس میں نوجوانوں کی ٹریننگ کا انتظام ہے۔ میں آپ کو یاد دلانا چاہتی ہوں کہ جب ہماری محترمہ کی حکومت تھی تو انہوں نے واپڈا میں کمپیوٹر سینٹر کھولے تھے اور خواتین کو خاص طور پر کہا گیا تھا کہ زیادہ سے زیادہ خواتین اور بچیاں ٹریننگ لیں تاکہ ملک میں ترقی ہو۔ آپ نے ہمارے ہی پروگرام کو آگے بڑھایا ہے جس کے لیے میں آپ کی مشکور ہوں۔ جس دن بجٹ تقریر پیش ہوئی تو تنخواہوں میں اضافہ نہیں کیا گیا تھا لیکن دو دن کے بعد دس فیصد اضافہ کیا گیا جو ناکافی ہے اور بالکل ایسے ہی ہے جیسے آٹے میں نمک ڈال دیا جائے۔ پٹرول اور ڈیزل کی قیمتیں بڑھنے لگیں جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ جو دوسرے شہروں سے سامان، ٹرکوں میں آتا ہے، ان کو یہ جواز مل جاتا ہے کہ پٹرول کی قیمت زیادہ ہے، اس لیے اجناس کی قیمت بھی زیادہ ہوگئی ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز

کے دام آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ غریب کو بے موت نہ مارا جائے، غریب کا خیال کیا جائے۔ وہ بھی پاکستانی ہیں، غریب ہیں لیکن ہمارے عوام ہیں، جب عوام خوش ہوں گے تو ملک ترقی کرے گا اور ملک میں خوشحالی آئے گی۔ میرا مشورہ ہے کہ توانائی کے بحران پر قابو پایا جائے تاکہ صنعتیں لگائی جائیں، سرمایہ کاری ہو، زیادہ سے زیادہ لوگ انڈسٹری میں آئیں۔

ہم privatization کے خلاف نہیں۔ اس سے پہلے جو ادارے privatize کیے گئے تھے، وہ کہاں گئے، کیا انہوں نے نفع کمایا؟ کیا انہوں نے پاکستان کو بہتر کیا یا پاکستان میں خوشحالی آئی۔ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی بھی ادارہ privatize کیا جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے جو پاکستانی، ملک سے باہر چلے گئے ہیں، چاہے وہ سعودی عرب گئے ہیں، بحرین، قطر یا دبئی گئے ہیں، وہ پیسا کما کر پاکستان بھیجتے ہیں۔ اس بجٹ میں ان کا کوئی ذکر نہیں کہ لاکھوں، کروڑوں روپیہ جو ہر سال overseas پاکستانیوں کی وجہ سے پاکستان میں آتا ہے، اس کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا۔ سیلز ٹیکس 16 سے 17 فیصد کر دیا گیا جو کہ عوام کے ساتھ ناانصافی ہے۔ میں کہوں گی کہ جی ایس ٹی میں اضافہ واپس لیا جائے۔

آخر میں، میں کہوں گی کہ میرے صوبے بلوچستان کے حالات کو بہتر کرنے کے لیے بھرپور کوشش کی جائے کیونکہ میرے صوبے کو جان بوجھ کر پسماندہ رکھا جا رہا ہے۔ میں نئی حکومت سے یہ امید رکھوں گی کہ اپنی ساری توجہ اور دھیان ہمارے صوبے پر مرکوز رکھے تاکہ وہاں امن اور خوشحالی ہو۔ وہ بھی پاکستان کا ایک حصہ ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ بلوچستان الگ ہونا چاہتا ہے تو میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ بلوچستان کے 99% لوگ پاکستان کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں، وہ یہ نہیں چاہتے کہ بلوچستان الگ ہو جائے لیکن وہ یہ ضرور چاہتے ہیں کہ وہاں امن ہو، خوشحالی ہو، ہماری خواتین آگے بڑھیں، ہماری خواتین کو support کیا جائے، ہماری بچیاں آگے بڑھیں، تعلیم حاصل کریں، ایسا انجام نہ ہو جیسا کل کے واقعے میں ہوا ہے کہ ہماری بچیوں کو جلا دیا گیا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ .Leader of the House

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جناب چیئرمین! محترمہ سینیٹر صاحبہ نے جو تجاویز دی ہیں، وہ ساری قابلِ غور ہیں لیکن ایک بات جو انہوں نے کہی، میں اس کی پرزور تردید کرتا ہوں کہ کسی نے کسی کی زبان نہیں کٹوائی تھی، یہ مناسب نہیں تھا۔ باقی تجاویز دینا ان کا حق ہے۔

Mr. Chairman: Thank you. The House stands adjourned to meet again on Thursday, the 20th June, 2013 at 10:30 a.m.

[The House was then adjourned to meet again on Thursday, the 20th June, 2013 at 10:30 a.m.]